وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ" (الذریات:۱۵،۱۶،۱۷) بے شک متقی لوگ جنتوں اور پانی کے چشموں کے درمیان میں ہوں گے اور ان کو ان کے رب اور مالک نے جو کچھ ثواب عطا فرمایا اس کو خوشی خوشی لے رہے ہوں گے اور کیوں نہ ہو کہ وہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) اچھے کام کرنے والے تھے، وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور اخیر شب میں استغفار کرنے والے تھے"۔

ایک جگہ ارشادِ خداوندی ہے:"اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْ رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ o" (الزمر:۹) (کیا برابر ہوسکتا ہے بے دین) اور وہ شخص جو عبادت کرنے والا ہو، رات کے اوقات میں کبھی سجدہ کرنے والا ہو اور کبھی نیت باندھ کر کھڑا ہونے والا ہو، آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہو (اچھا آپ ان سے یہ پوچھیں) کہیں عالم اور جاہل برابر ہوسکتا ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ عالم اپنے رب کی عبادت کرے ہی گا اور جو ایسے کریم مولا کی عبادت نہ کرے وہ جاہل بلکہ اجہل ہے ہی) نصیحت وہی لوگ مانتے ہیں جو اہل عقل ہیں"۔ایک جگہ ارشاد ہے:"اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا o اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا o وَ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا o اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ o الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ دَآئِمُوْنَ o" (المعارج:۱۹،۲۰،۲۱،۲۲،۲۳) اس میں شک نہیں کہ انسان غیر مستقل مزاج پیدا ہوا ہے کہ جب کوئی تکلیف اس کو پہنچتی ہے تو بہت زیادہ گھبرا جاتا ہے اور جب کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے کہ دوسرے کو یہ بھلائی نہ پہنچے، مگر (ہاں) وہ نمازی جو اپنی نماز کے ہمیشہ پابند رہتے ہیں اور سکون و وقار سے پڑھنے والے ہیں۔ آگے ان کی اور چند صفتیں ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے کہ "وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ o اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ o" (المعارج:۳۴،۳۵)"اور وہ لوگ نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کا جنتوں میں اکرام کیا جائے گا۔" ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں نماز کا حکم اور نمازیوں کے فضائل، ان کے اعزاز و اکرام ذکر فرمائے گئے ہیں اور حقیقت میں نماز ایسی ہی دولت ہے۔ اسی وجہ سے دو جہاں کے

سردار، فخرِ رُسل، حضور ﷺ کا اِرشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، اسی وجہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام دعا فرماتے ہیں: "رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ" "اے رب! مجھ کو نماز کا خاص اہتمام کرنے والا بنادے اور میری اولاد میں سے بھی ایسے لوگ پیدا فرما جو اہتمام کرنے والے ہوں، اے ہمارے رب! میری یہ دعا قبول فرمالے"۔

اللہ کا ایک پیارا نبی جس کو خلیل ہونے کا بھی فخر ہے وہ نماز کی پابندی اور اہتمام کو اللہ ہی سے مانگتا ہے۔ خود حق سبحانہٗ وتقدس اپنے محبوب سید المرسلین کو حکم فرماتے ہیں "وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى۝" (طٰہٰ:۱۳۲) "اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کا اہتمام کیجئے۔ ہم آپ سے روزی (کموانا) نہیں چاہتے، روزی تو آپ کو ہم دیں گے اور بہترین انجام تو پرہیز گاری کا ہے"۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کو کچھ تنگی وغیرہ پیش آتی تو گھر والوں کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے اور یہی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا بھی معمول نقل کیا گیا کہ جب بھی ان حضرات کو کوئی دِقت پیش آتی تو نماز میں مشغول ہو جاتے، مگر ہم لوگ اس اہم چیز سے ایسے غافل اور بے نیاز ہیں کہ اسلام اور مسلمانی کے لمبے لمبے دعوؤں کے باوجود بھی ادھر متوجہ نہیں ہوتے بلکہ اگر کوئی بلانے والا، کہنے والا کھڑا ہوتا ہے تو اس پر فقرے کستے ہیں، اس کی مخالفت کرتے ہیں، مگر کسی کا کیا نقصان ہے، اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں اور جو لوگ نماز پڑھتے بھی ہیں ان میں سے بھی اکثر ایسی پڑھتے ہیں جس کو نماز کے ساتھ مذاق سے اگر تعبیر کیا جائے تو بے جا نہیں کہ اکثر ارکان بھی پورے طور سے ادا نہیں کرتے، خشوع وخضوع کا تو کیا ذکر ہے، حالانکہ نبی اکرم ﷺ کا نمونہ سامنے ہے، وہ ہر کام خود کر کے دکھلا گئے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے کارنامے بھی سامنے ہیں، ان کا اتباع کرنا چاہیے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے چند قصے نمونے کے طور پر اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں لکھ چکا ہوں، یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں، البتہ اس رسالہ میں چند حکایات، صوفیاء کی نقل کرنے کے بعد چند

ارشادات، نبی اکرم ﷺ کے نقل کرتا ہوں۔

شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ مشہور صوفیاء میں ہیں۔فرماتے ہیں کہ ایک روز نیند کا اتنا غلبہ ہوا کہ رات کو اوراد و وظائف بھی چھوٹ گئے، خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت حسین خوبصورت لڑکی سبز ریشمی لباس پہنے ہوئے ہے، جس کے پاؤں کی جوتیاں تک تسبیح میں مشغول ہیں، کہتی ہے کہ میری طلب میں کوشش کر، میں تیری طلب میں ہوں، اس کے بعد اس نے چند شوقیہ شعر پڑھے۔ یہ خواب سے اٹھے اور قسم کھالی کہ رات کو نہیں سوؤں گا، کہتے ہیں کہ چالیس برس تک صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔[۱]

شیخ مظہر سعدی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ ہیں جو اللہ جَلّ شانُہٗ کے عشق و شوق میں ساٹھ برس تک روتے رہے، ایک شب خواب میں دیکھا، گویا ایک نہر ہے جس میں خالص مشک بھرا ہوا ہے۔اس کے کناروں پر موتیوں کے درخت سونے کی شاخوں والے لہلہارہے ہیں۔ وہاں چند نوعمر لڑکیاں پکار پکار کر اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں، انہوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ تو انہوں نے دو شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ ہم کو لوگوں کے معبود اور محمد ﷺ کے پروردگار نے ان لوگوں کے واسطے پیدا فرمایا ہے جو رات کو اپنے پروردگار کے سامنے اپنے قدموں پر کھڑے رہتے ہیں اور اپنے اللہ سے مُناجات کرتے رہتے ہیں۔

ابوبکر ضریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک نوجوان غلام رہتا تھا، دن بھر روزہ رکھتا تھا اور رات بھر تہجد پڑھتا۔ایک دن وہ میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ میں اتفاق سے آج رات سو گیا تھا، خواب میں دیکھا کہ محراب کی دیوار پھٹی، اس میں سے چند لڑکیاں نہایت ہی حسین اور خوبصورت ظاہر ہوئیں، مگر ایک ان میں نہایت بدصورت بھی ہے۔ میں نے ان سے پوچھا: تم کون ہو اور یہ بدصورت کون ہے؟ وہ کہنے لگیں کہ ہم تیری گذشتہ راتیں ہیں اور یہ تیری آج کی رات ہے۔[۲]

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ مجھے ایک رات ایسی گہری نیند آئی کہ آنکھ نہ کھلی، میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ایسی نہایت حسین لڑکی ہے کہ اس جیسی میں نے عمر بھر نہیں دیکھی۔

۱ نزہۃ، ۲ نزہۃ

اس میں سے ایسی تیز خوشبو مہک رہی تھی کہ میں نے ویسی خوشبو بھی کبھی نہیں سونگھی، اس نے مجھے ایک کاغذ کا پرچہ دیا۔ جس میں تین شعر لکھے ہوئے تھے، ان کا مطلب یہ تھا کہ تو نیند کی لذت میں مشغول ہو کر جنّت کے بالاخانوں سے غافل ہو گیا جہاں ہمیشہ تجھے رہنا ہے اور موت بھی وہاں نہ آئے گی، اپنی نیند سے اٹھ، سونے سے تہجّد میں قرآن پڑھنا بہت بہتر ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے جب مجھے نیند آتی ہے اور یہ اشعار یاد آتے ہیں تو نیند بالکل اڑ جاتی ہے۔

حضرت عطارؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک بازار میں گیا، وہاں ایک باندی فروخت ہو رہی تھی جو دیوانی بتائی جاتی تھی۔ میں نے سات دینار میں خرید لی اور اپنے گھر لے آیا۔ جب رات کا کچھ حصّہ گذرا تو میں نے دیکھا کہ وہ اٹھی، وضو کیا، نماز شروع کر دی اور نماز میں اس کی یہ حالت تھی کہ روتے روتے اس کا دم نکلا جاتا تھا۔ نماز کے بعد اس نے مناجات شروع کی اور یہ کہنے لگی: اے میرے معبود! آپ کو مجھ سے محبّت رکھنے کی قسم! مجھ پر رحم فرما۔ میں نے اس سے کہا کہ اس طرح نہ کہو بلکہ یوں کہو کہ مجھے تجھ سے محبّت رکھنے کی قسم۔ یہ سن کر اس کو غصہ آ گیا اور کہنے لگی: قسم ہے اس ذات کی، اگر اس کو مجھ سے محبّت نہ ہوتی تو تجھے میٹھی نیند نہ سُلاتا اور مجھے یوں نہ کھڑا رکھتا۔ پھر اوندھے منہ گر گئی اور چند شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ بے چینی بڑھتی جا رہی ہے اور دل جلا جا رہا ہے اور صبر جاتا رہا اور آنسو بہہ رہے ہیں، اس شخص کو کس طرح قرار آ سکتا ہے جس کو عشق وشوق اور اضطراب سے چین ہی نہیں۔ اے اللہ! اگر کوئی خوشی کی چیز ہو تو اس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔ اس کے بعد بلند آواز سے یہ دعا کی کہ یا اللہ! میرا اور آپ کا معاملہ اب تک پوشیدہ تھا، اب مخلوق کو خبر ہو چلی، اب مجھے اٹھا لیجئے۔ یہ کہہ کر زور سے ایک چیخ ماری اور مر گئی۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت سَری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی پیش آیا۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خدمت کے لئے ایک باندی خریدی۔ ایک مدت تک وہ میری خدمت کرتی رہی اور اپنی حالت کا مجھ سے اِخفا کرتی، اس کی نماز کی ایک جگہ متعیّن تھی۔ جب کام سے فارغ ہو جاتی وہاں جا کر نماز میں مشغول ہو جاتی۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ کبھی نماز پڑھتی ہے اور کبھی مناجات میں مشغول ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ آپ اس محبّت کے وسیلہ سے جو مجھ

سے ہے فلاں فلاں کام کردیں۔ میں نے آواز سے کہا: اے عورت! یوں کہہ کہ میری محبت کے وسیلہ سے جو مجھے آپ سے ہے۔ کہنے لگی: میرے آقا! اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں نماز سے بٹھلا کر مجھے کھڑا نہ کرتا۔ سری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب صبح ہوئی تو میں نے اس کو بلا کر کہا کہ تو میری خدمت کے قابل نہیں، اللہ ہی کی عبادت کے لائق ہے۔ اس کو کچھ سامان دے کر آزاد کر دیا۔[1]

حضرت سَرِی سقطی رحمۃ اللہ علیہ ایک عورت کا حال فرماتے ہیں کہ جب وہ تہجّد کی نماز کو کھڑی ہوتی تو کہتی: اے اللہ! ابلیس بھی تیرا ایک بندہ ہے، اس کی پیشانی بھی تیرے قبضہ میں ہے، وہ مجھے دیکھتا ہے اور میں اسے نہیں دیکھ سکتی۔ تو اسے دیکھتا ہے اور اس کے سارے کاموں پر قادر ہے اور وہ تیرے کسی کام پر بھی قدرت نہیں رکھتا۔ اے اللہ! اگر وہ میری برائی چاہے تو تُو اس کو دفع کر اور وہ میرے ساتھ مکر کرے تو تُو اس کے مکر کا انتقام لے۔ میں اس کے شر سے تیری پناہ مانگتی ہوں اور تیری مدد سے اس کو دھکیلتی ہوں۔ اس کے بعد وہ روتی رہتی تھی حتیٰ کہ روتے روتے اس کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ لوگوں نے اس سے کہا: خدا سے ڈر، کہیں دوسری آنکھ بھی نہ جاتی رہے۔ اس نے کہا: اگر یہ آنکھ جنّت کی آنکھ ہے تو اللہ جَلَّ شَانُہٗ اس سے بہتر عطا فرمائیں گے اور اگر دوزخ کی آنکھ ہے تو اس کا دور ہی ہونا اچھا ہے۔

شیخ ابو عبداللہ جلاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میری والدہ نے میرے والد سے مچھلی کی فرمائش کی۔ والد صاحب بازار تشریف لے گئے میں بھی ساتھ تھا، مچھلی خریدی، گھر تک لانے کے واسطے مزدور کی تلاش تھی کہ ایک نوعمر لڑکا جو پاس ہی کھڑا تھا کہنے لگا: چچا جان! اسے اٹھانے کے واسطے مزدور چاہئے؟ کہا: ہاں۔ اس لڑکے نے اپنے سر پر اٹھائی اور ہمارے ساتھ چل دیا۔ راستہ میں اس نے اذان کی آواز سن لی۔ کہنے لگا: اللہ کے منادی نے بلایا ہے، مجھے وضو بھی کرنا ہے، نماز کے بعد لے جا سکوں گا۔ آپ کا دل چاہے انتظار کر لیجئے، ورنہ اپنی مچھلی لے لیجئے، یہ کہہ کر مچھلی رکھ کر چلا گیا۔ میرے والد صاحب کو خیال آیا کہ یہ مزدور لڑکا تو ایسا کرے، ہمیں بطریق اولیٰ اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ یہ سوچ کر وہ بھی مچھلی

[1] نزہۃ

رکھ کر مسجد میں چلے گئے، نماز سے فارغ ہو کر ہم سب آئے تو مچھلی اسی طرح رکھی ہوئی تھی، اس لڑکے نے اٹھا کر ہمارے گھر پہنچا دی۔ گھر جا کر والد نے یہ عجیب قصہ والدہ کو سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کو روک لو، وہ بھی مچھلی کھا کر جائے، اس سے کہا گیا: اس نے جواب دیا کہ میرا تو روزہ ہے۔ والد نے اصرار کیا کہ شام کے وقت یہیں آ کر افطار کرے۔ لڑکے نے کہا: میں ایک دفعہ جا کر دوبارہ نہیں آتا۔ یہ ممکن ہے کہ میں پاس مسجد میں ہوں، شام کو آپ کی دعوت کھا کر چلا جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ قریب ہی مسجد میں چلا گیا، شام کو بعد مغرب آیا، کھانا کھایا اور کھانے سے فراغت پر اس کو تخلیہ کی جگہ بتا دی۔ ہمارے قریب ہی ایک اپاہج عورت رہا کرتی تھی، ہم نے دیکھا کہ وہ بالکل اچھی تندرست آ رہی ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کس طرح اچھی ہوگئی؟ کہا: میں نے اس مہمان کے طفیل سے دعا کی تھی کہ یا اللہ! اس کی برکت سے مجھے اچھا کر دے، میں فوراً اچھی ہوگئی۔ اس کے بعد جب ہم اس کے تخلیہ کی جگہ اس کو دیکھنے گئے تو دیکھا دروازے بند ہیں اور اس مزدور کا کہیں پتہ نہیں۔

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کے پاؤں میں پھوڑا نکل آیا۔ طبیبوں نے کہا: اگر ان کا پاؤں نہ کاٹا گیا تو ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ ان کی والدہ نے کہا: ابھی ٹھہر جاؤ۔ جب یہ نماز کی نیت باندھ لیں تو کاٹ لینا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔

اَبو عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک باندی دیکھی جو بہت کم داموں میں فروخت ہو رہی تھی جو نہایت دبلی پتلی تھی، اس کا پیٹ کمر سے لگ رہا تھا، بال بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے اس پر رحم کھا کر اس کو خرید لیا: اس سے کہا کہ ہمارے ساتھ بازار چل۔ رمضانُ المبارک کے واسطے کچھ ضروری سامان خرید لیں۔ کہنے لگی: اللہ کا شکر ہے جس نے میرے واسطے سارے مہینے یکساں کر دیئے، وہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتی، رات بھر نماز پڑھتی۔ جب عید قریب آئی تو میں نے اس سے کہا کہ کل صبح بازار چلیں گے، تو بھی ساتھ چلنا، عید کے واسطے کچھ ضروری سامان خرید لائیں گے۔ کہنے لگی: میرے آقا! تم تو دنیا میں بہت ہی مشغول ہو۔ پھر اندر گئی اور نماز میں مشغول ہوگئی اور اطمینان سے ایک ایک آیت مزے لے لے کر پڑھتی رہی حتیٰ کہ اس آیت پر پہنچی ''وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ'' (ابراھیم:١٦) اس

آیت کو بار بار پڑھتی رہی اور ایک چیخ مار کر اس دنیا سے رخصت ہوگئی۔

ایک سیّد صاحب کا قصّہ لکھا ہے کہ بارہ دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں پڑھیں اور پندرہ برس مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی، کئی کئی دن ایسے گذر جاتے کہ کوئی چیز چکھنے کی نوبت نہ آتی تھی۔

اہلِ مجاہدہ لوگوں میں اس قسم کے واقعات بہت کثرت سے ملتے ہیں۔ ان حضرات کی حرص تو بہت ہی مشکل ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے ان کو پیدا ہی اس لئے فرمایا تھا، لیکن جو حضرات اکابر کہ دوسرے دینی اور دنیوی مشاغل میں مشغول تھے ان کی حرص بھی ہم جیسوں کو دشوار ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے سب ہی واقف ہیں۔ خلفاءِ راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد انہیں کا شمار ہے۔ ان کی بیوی فرماتی ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ وضو اور نماز میں مشغول ہونے والے تو اور بھی ہوں گے، مگر ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ عشاء کی نماز کے بعد مصلّے پر بیٹھ جاتے اور دعا کے واسطے ہاتھ اٹھاتے اور روتے رہتے، حتیٰ کہ اسی میں نیند کا غلبہ ہوتا تو آنکھ لگ جاتی۔ پھر جب کھل جاتی تو اسی طرح روتے رہتے اور دعا میں مشغول رہتے۔ کہتے ہیں کہ خلافت کے بعد سے جنابت کے غسل کی نوبت نہیں آئی۔ ان کی بیوی عبدالملک بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ باپ نے بہت سے زیورات جواہر دیئے تھے اور ایک ایسا ہیرا دیا تھا جس کی نظیر نہیں تھی۔ آپ نے بیوی سے فرمایا کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کر، یا تو وہ زیور سارا اللہ کے واسطے دے کہ میں اس کو بیت المال میں داخل کردوں یا مجھ سے جدائی اختیار کر لے، مجھے یہ چیز ناگوار ہے کہ میں اور وہ مال ایک گھر میں جمع رہیں۔ بیوی نے عرض کیا کہ وہ مال کیا چیز ہے، میں اس سے کئی چند زیادہ پر بھی آپ کو نہیں چھوڑ سکتی۔ یہ کہہ کر سب بیت المال میں داخل کر دیا۔

آپ کے انتقال کے بعد عبدالملک کا بیٹا یزید بادشاہ بنا تو اس نے بہن سے دریافت کیا۔ اگر تم چاہو تو تمہارا زیور تم کو واپس دے دیا جائے۔ فرمانے لگیں کہ جب میں ان کی زندگی میں اس سے خوش نہ ہوئی تو ان کے مرنے کے بعد اس سے کیا خوش ہوں گی۔ مرض الموت میں آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ اس مرض کے متعلق کیا خیال کیا جاتا ہے؟ کسی نے

عرض کیا کہ لوگ جادو سمجھ رہے ہیں، آپ نے فرمایا: یہ نہیں۔ پھر ایک غلام کو بلایا۔ اس سے پوچھا کہ مجھے زہر دینے پر کس چیز نے تجھ کو آمادہ کیا؟ اس نے کہا: سو دینار دیئے گئے اور آزادی کا وعدہ کیا گیا، آپ نے فرمایا: وہ دینار لے آ، اس نے حاضر کئے۔ آپ نے ان کو بیت المال میں داخل فرما دیا اور اس غلام سے فرمایا تو کسی ایسی جگہ چلا جا جہاں تجھے کوئی نہ دیکھے۔ انتقال کے وقت مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے اولاد کے ساتھ ایسا کیا جو کسی نے بھی نہیں کیا ہوگا۔ آپ کے تیرہ بیٹے ہیں اور ان کے لئے نہ کوئی روپیہ آپ نے چھوڑا، نہ پیسہ، آپ نے فرمایا: ذرا مجھے بٹھا دو۔ بیٹھ کر فرمایا کہ میں نے ان کا کوئی حق نہیں دبایا اور جو دوسروں کا حق تھا وہ ان کو دیا نہیں۔ پس اگر وہ صالح ہیں تو اللہ جَلَّ شَانُہٗ خود ان کا کفیل ہے، قرآن پاک میں اِرشاد ہے: "وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ ۝" (الاعراف:۱۹۶) (وہی مُتولّی ہے صلحاء کا) اور اگر وہ گناہ گار ہیں تو ان کی مجھے بھی کچھ پرواہ نہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو فقہ کے مشہور امام ہیں۔ دن بھر مسائل میں مشغول رہنے کے باوجود رات دن میں تین سو رکعات نفل پڑھتے تھے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ایک رکعت میں پورا قرآن شریف پڑھ لیتے تھے۔ حضرت محمد بن منکدر حفاظِ حدیث میں ہیں۔ ایک رات تہجد میں اتنی کثرت سے روئے کہ حد نہ رہی، کسی نے دریافت کیا تو فرمایا: تلاوت میں یہ آیت آ گئی تھی "وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝" اخیر تک (الزمر:۴۷) اوپر کی آیت میں اس کا ذکر ہے کہ اگر ظلم کرنے والوں کے پاس دنیا کی ساری چیزیں ہوں اور اتنی ہی ان کے ساتھ اور بھی ہوں تو وہ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹنے کے لئے فدیہ کے طور پر دینے لگیں۔ اس کے بعد ارشاد ہے: "وَبَدَا لَهُمْ" الآیۃ اور اللہ کی طرف سے ان کے لئے (عذاب کا) وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا اور اس وقت ان کو اپنی تمام بداعمالیاں ظاہر ہو جائیں گی۔ حضرت محمد بن مُنکَدِر رحمۃ اللہ علیہ وفات کے وقت بھی بہت گھبرا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی آیت سے ڈر رہا ہوں۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ حُفاظِ حدیث میں ہیں، اس قدر کثرت سے اللہ کے سامنے روتے تھے کہ حد نہیں۔ کسی نے عرض کیا کہ آنکھیں جاتی رہیں گی۔ فرمایا کہ ان آنکھوں سے

اگر روئیں نہیں تو فائدہ ہی کیا ہے۔ اس کی دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہو تو مجھے بھی ہو جائے۔ ابو سنان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: خدا کی قسم! میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ثابت کو دفن کیا، دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا: دیکھو، یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس نے مجھے کہا: چپ ہو جاؤ۔ جب دفن کر چکے تو ان کے گھر جا کر ان کی بیٹی سے دریافت کیا کہ ثابت کا عمل کیا تھا؟ اس نے کہا کہ کیوں پوچھتے ہو؟ ہم نے قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا کہ پچاس برس شب بیداری کی اور صبح کو ہمیشہ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! اگر تو کسی کو یہ دولت عطا کرے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی عطا فرما۔[1]

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ باوجود علمی مشاغل کے جو سب کو معلوم ہیں اور ان کے علاوہ قاضی القضاۃ ہونے کی وجہ سے قضا کے مشاغل علیحدہ تھے، لیکن پھر بھی دو سو رکعات نوافل روزانہ پڑھتے تھے۔ حضرت محمد بن نصر رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث ہیں۔ اس انہماک سے نماز پڑھتے تھے جس کی نظیر مشکل ہے۔ ایک مرتبہ پیشانی پر ایک بھڑ نے نماز میں کاٹا جس کی وجہ سے خون بھی نکل آیا! مگر نہ حرکت ہوئی، نہ خشوع خضوع میں کوئی فرق آیا۔ کہتے ہیں کہ نماز میں لکڑی کی طرح سے بے حرکت کھڑے رہتے تھے۔ حضرت بقی بن مخلد روزانہ تہجد اور وتر کی نماز تیرہ رکعت میں ایک قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ہناد رحمۃ اللہ علیہ ایک محدث ہیں۔ ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ وہ بہت ہی زیادہ روتے تھے۔ ایک مرتبہ صبح کو ہمیں سبق پڑھاتے رہے، اس کے بعد وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر زوال تک نفلیں پڑھتے رہے، دوپہر کو گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں آ کر ظہر کی نماز پڑھائی اور عصر تک نفلوں میں مشغول رہے، پھر عصر کی نماز پڑھائی اور قرآن پاک کی تلاوت مغرب تک فرماتے رہے، مغرب کے بعد میں واپس چلا آیا۔ میں نے ان کے ایک پڑوسی سے تعجب سے کہا کہ یہ شخص کس قدر عبادت کرنے والے ہیں۔ اس نے کہا کہ ستر برس سے ان کا یہی عمل ہے اور اگر تم ان کی رات کی عبادت دیکھو گے تو اور بھی تعجب کرو گے۔

[1] اقامۃ الحجۃ

مسروق رحمۃ اللہ علیہ ایک محدث ہیں، ان کی بیوی کہتی ہیں کہ وہ نمازیں اتنی لمبی لمبی پڑھا کرتے تھے کہ ان کی پنڈلیوں پر ہمیشہ اس کی وجہ سے ورم رہتا تھا اور میں ان کے پیچھے بیٹھی ہوئی ان کے حال پر ترس کھا کر رویا کرتی تھی۔ سعید بن المُسَیَّب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ پچاس برس تک عشاء اور صبح ایک ہی وضو سے پڑھی۔ اور ابو المُعْتَمِر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک ایسا ہی کیا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو طالب مکّی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ چالیس تابعیوں سے تواتر کے طریق سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے، ان میں سے بعض کا چالیس برس تک یہی عمل رہا۔[1]

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تو بہت کثرت سے یہ چیز نقل کی گئی کہ تیس، چالیس یا پچاس برس عشاء اور صبح ایک وضو سے پڑھی اور یہ اختلاف نقل کرنے والوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ جس شخص کو جتنے سال کا علم ہوا اتنا ہی نقل کیا۔ لکھا ہے کہ آپ کا معمول صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سونے کا تھا اور یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دوپہر کو سونے کا حدیث میں حکم ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ رمضان میں ساٹھ قرآن شریف نماز میں پڑھتے تھے۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں کئی روز تک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں رہا، صرف رات کو تھوڑی دیر سوتے تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تین سو رکعتیں روزانہ پڑھتے تھے اور جب بادشاہِ وقت نے آپ کے کوڑے لگوائے اور اس کی وجہ سے ضعف بہت ہو گیا تو ڈیڑھ سو رہ گئی تھیں اور تقریباً اسّی برس کی عمر تھی۔ ابو عتاب سُلمی رحمۃ اللہ علیہ چالیس برس تک رات بھر روتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ ان کے علاوہ ہزاروں لاکھوں واقعات توفیق والوں کے کتبِ تواریخ میں مذکور ہیں جن کا احاطہ بھی دشوار ہے۔ نمونہ اور مثال کے لئے یہی واقعات کافی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ مجھے بھی اور ناظرین کو بھی ان حضرات کے اتباع کا کچھ حصہ اپنے لطف و فضل سے نصیب فرمائیں۔ آمین۔

(۱) عَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: اِنَّ الرَّجُلَ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اس کے لئے ثواب

[1] اتحاف

لَیَنْصَرِفُ وَمَا کُتِبَ لَهٗ اِلَّا عُشْرُ صَلٰوتِهٖ، تُسْعُهَا، ثُمْنُهَا، سُبْعُهَا، سُدْسُهَا،خُمْسُهَا، رُبْعُهَا، ثُلُثُهَا، نِصْفُهَا.

(رواه أبو داود وقال المنذري في الترغيب: رواه أبو داود والنسائي وابن حبان في صحيحه بنحوه . وعزاه في الجامع الصغير إلى أحمد وأبي داود وابن حبان ورقم له بالصحيح، وفي المنتخب عزاه إلى أحمد أيضاً، وفي الدر المنثور: أخرج أحمد عن أبي اليسر مرفوعا: "منكم من يصلي الصلوة كاملة ومنكم من يصلي النصف والثلث والربع حتى بلغ العشر" قال المنذري في الترغيب: رواه النسائي باسناد حسن، واسم أبي اليسر كعب بن عمرو السلمي شهد بدرا.)

کا دسواں حصّہ لکھا جاتا ہے ، اسی طرح بعض کیلئے نواں حصّہ، بعض کیلئے آٹھواں، ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھائی، تہائی ، آدھا حصّہ لکھا جاتا ہے۔

ف: یعنی جس درجہ کا خشوع اور اخلاص نماز میں ہوتا ہے اتنی ہی مقدار اجر وثواب کی ملتی ہے حتی کہ بعض کو پورے اجر کا دسواں حصّہ ملتا ہے، اگر اس کے موافق خشوع وخضوع ہو اور بعض کو آدھا مل جاتا ہے اور اسی طرح دسویں سے کم اور آدھے سے زیادہ بھی مل جاتا ہے، حتی کہ بعض کو پورا پورا اجر مل جاتا ہے اور بعض کو بالکل بھی نہیں ملتا کہ وہ اس قابل ہی نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ فرض نماز کے لئے اللہ کے یہاں ایک خاص وزن ہے، جتنی اس میں کمی رہ جاتی ہے اس کا حساب کیا جاتا ہے۔ احادیث میں آیا ہے کہ لوگوں میں سے سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا کہ پوری جماعت میں ایک شخص بھی خشوع سے پڑھنے والا نہ ملے گا۔[1]

(۴) رُوِیَ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ صَلَّی الصَّلَوَاتِ لِوَقْتِهَا،وَاَسْبَغَ لَهَا وُضُوْءَ هَا، وَاَتَمَّ لَهَا قِیَامَهَا وَ خُشُوْعَهَا وَرُكُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَا، خَرَجَتْ وَهِیَ بَیْضَاءُ مُسْفِرَةٌ: تَقُوْلُ: حَفِظَكَ اللّٰهُ كَمَا حَفِظْتَنِیْ. وَمَنْ صَلَّاهَا لِغَیْرِ وَقْتِهَا،

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے، وضو بھی اچھی طرح کرے، خشوع وخضوع سے بھی پڑھے، کھڑا بھی پورے وقار سے ہو۔ پھر اسی طرح رکوع سجدہ بھی اچھی طرح سے، اطمینان سے کرے؛ غرض ہر چیز کو اچھی طرح ادا کرے تو وہ نماز نہایت روشن

[1] جامع الصغیر

وَلَمْ يُسْبِغْ لَهَا وُضُوْءَ هَا، وَلَمْ يُتِمَّ لَهَا خُشُوْعَهَا، وَلَا رُكُوْعَهَا، وَلَا سُجُوْدَهَا، خَرَجَتْ وَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ تَقُوْلُ: ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِيْ، حَتّٰى إِذَا كَانَتْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ لُفَّتْ كَمَا يُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلِقُ، ثُمَّ ضُرِبَ بِهَا وَجْهُهٗ.

(رواه الطبراني في الأوسط، كذا في الترغيب والدر المنثور وعزاه في المنتخب إلى البيهقي في الشعب، وفيه أيضًا برواية عبادة رضي الله عنه بمعناه، وزاد في الأولى بعد قوله "كما حفظتني": ثم اصعد بها إلى السماء ولها ضوء ونور، ففتحت له ابواب السماء، حتى ينتهي بها إلى الله فتشفع لصاحبها، وقال في الثانية "وغلقت دونها أبواب السماء" وعزاه في الدر إلى البزار والطبراني، وفي الجامع الصغير حديث عبادة إلى الطيالسي، وقال: صحيح)

چمکدار بن کر جاتی ہے اور نمازی کو دعا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ تیری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی۔ اور جو شخص نماز کو بری طرح پڑھے، وقت کو بھی ٹال دے، وضو بھی اچھی طرح نہ کرے، رکوع سجدہ بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بری صورت سے سیاہ رنگ میں بد دعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا۔ اس کے بعد وہ نماز پرانے کپڑے کی طرح سے لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

ف: خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو نماز کو اچھی طرح پڑھیں کہ اللہ کی اہم ترین عبادت ان کے لئے دعا کرتی ہے، لیکن عام طور سے جیسی نماز پڑھی جاتی ہے کہ رکوع کیا تو وہیں سے سجدے میں چلے گئے، سجدے سے اٹھے تو سر اٹھانے بھی نہ پائے تھے کہ فوراً کوّے کی سی ٹھونگ دوسری دفعہ ماردی۔ ایسی نماز کا جو حشر ہے وہ اس حدیث شریف میں ذکر فرما ہی دیا اور پھر جب وہ بربادی کی بددعا کرے تو اپنی بربادی کا گِلہ کیوں کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل مسلمان گرتے جارہے ہیں اور ہر طرف تباہی ہی تباہی کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے، اس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جو نماز خشوع وخضوع سے پڑھی جاتی ہے آسمان کے دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں، وہ نہایت نورانی ہوتی ہے اور نمازی کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگارہ میں سفارشی

بنتی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نماز میں رکوع اچھی طرح نہ کیا جائے کہ کمر پوری جھک جائے اس کی مثال اس عورت کی سی ہے جو حاملہ ہو اور جب بچہ ہونے کا وقت قریب آجائے تو اسقاط کر دے۔[1] ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بہت سے روزے دار ایسے ہیں جن کو روزے سے بجز بھوکا اور پیاسا رہنے کے کوئی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں جن کو جاگنے کے علاوہ کوئی چیز نہیں ملتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضورِ اقدس ﷺ سے سنا کہ جو قیامت کے دن پانچوں نمازیں ایسی لے کر حاضر ہو کہ ان کے اوقات کی بھی حفاظت کرتا رہا ہو اور وضو کا بھی اہتمام کرتا رہا ہو اور ان نمازوں کو خشوع وخضوع سے پڑھتا رہا ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ نے عہد فرما لیا ہے کہ اس کو عذاب نہیں کیا جائے گا اور جو ایسی نمازیں نہ لے کر حاضر ہو اس کے لئے کوئی وعدہ نہیں ہے، چاہے اپنی رحمت سے معاف فرما دیں چاہے عذاب دیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضورِ اقدس ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: تمہیں معلوم بھی ہے، اللہ جلّ شانہٗ نے کیا فرما دیا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اہتمام کی وجہ سے تین مرتبہ یہی دریافت فرمایا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یہی جواب دیتے رہے، اس کے بعد ارشاد ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی عزت اور اپنی بڑائی کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جو شخص ان نمازوں کو اوقات کی پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے گا میں اس کو جنّت میں داخل کروں گا اور جو پابندی نہ کرے گا تو میرا دل چاہے گا، رحمت سے بخش دوں گا، ورنہ عذاب دوں گا۔

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلٰوتُهٗ، فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَ اَنْجَحَ، وَاِنْ فَسَدَتْ خَابَ وَخَسِرَ، وَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِیْضَةٍ قَالَ الرَّبُّ: اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ،

نبیِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب کیا جائے گا۔ اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب ہوگا اور بامراد۔ اور اگر نماز بیکار ثابت ہوئی تو وہ نامُراد، خسارہ میں ہوگا اور کچھ نماز میں کمی پائی گئی تو ارشادِ خداوندی ہوگا کہ دیکھو اس بندہ کے

[1] ترغیب

فَيُكَمَلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ، ثُمَّ يَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهٖ عَلٰى ذٰلِكَ.

(رواه الترمذی و حسّنه النسائی وابن ماجة والحاکم و صححه، کذا فی الدر، وفی المنتخب بروایة الحاکم فی الکنی عن ابن عمر "أول ما افترض الله علی أمتی الصلوات الخمس، وأول ما یرفع من أعمالهم الصلوات الخمس، الحدیث بطوله بمعنی حدیث الباب، وفیه ذکر الصیام والزکوة نحو الصلوة، وفی الدر أخرج أبو یعلیٰ عن أنس رفعه" أول ماافترض الله علی الناس من دینهم الصّلوٰة وآخر مایبقی الصلوة، واول ما یحاسب به الصلوة، یقول الله: انظروا فی صلوة عبدی، فإن کانت تامة کتبت تامة، وإن کانت ناقصة قال: انظروا هل له من تطوع، الحدیث. فیه ذکر الزکوة والصدقة، وفیه أیضا أخرج ابن ماجة والحاکم عن تمیم الداری مرفوعاً " أول مایحسب به العبد یوم القیامة صلوته، الحدیث. وفی آخره: ثم الزکوة مثل ذلك، ثم تؤخذ الأعمال حسب ذلك، وعزاه السیوطی فی الجامع إلی احمد و أبی داود والحاکم و ابن ماجة، ورقم له بالصحیح).

پاس کچھ نفلیں بھی ہیں جن سے فرضوں کو پورا کردیا جائے۔ اگر نکل آئیں تو ان سے فرضوں کی تکمیل کر دی جائے گی۔ اس کے بعد پھر اسی طرح باقی اعمال روزہ، زکوۃ وغیرہ کا حساب ہوگا۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آدمی کو نفلوں کا ذخیرہ بھی اپنے پاس کافی رکھنا چاہئے کہ اگر فرضوں میں کچھ کوتاہی نکلے تو میزان پوری ہوجائے۔ بہت سے لوگ کہہ دیا کرتے ہیں: اجی! ہم سے فرض ہی پورے ہوجائیں تو بہت غنیمت ہے، نفلیں پڑھنا تو بڑے آدمیوں کا کام ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فرض ہی اگر پورے پورے ہوجائیں تو بہت کافی ہیں، لیکن ان کا بالکل پورا پورا ادا ہوجانا کونسا سہل کام ہے کہ ہر ہر چیز بالکل پوری ادا ہوجائے اور جب تھوڑی بہت کوتاہی ہوتی ہے تو اس کو پورا کرنے کے لئے نفلوں کے بغیر چارۂ کار نہیں۔ ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون زیادہ وضاحت سے آیا ہے، ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات میں سب سے پہلے نماز کو فرض فرمایا ہے اور سب سے پہلے اعمال میں سے نماز ہی پیش کی جاتی ہے اور سب سے پہلے قیامت میں نماز ہی کا حساب ہوگا۔ اگر فرض نمازوں میں کچھ کمی رہ گئی تو نفلوں سے اس کو پورا کیا جائے گا اور پھر اس کے بعد اسی طرح روزوں کا حساب کیا جائے گا اور فرض روزوں میں جو کمی ہوگی وہ نفل روزوں سے پوری کردی جائے گی اور پھر زکوۃ کا حساب اسی طریقہ سے ہوگا۔ ان سب چیزوں میں نوافل کو ملا کر بھی اگر نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگیا تو وہ شخص خوشی خوشی جنّت میں داخل ہوجائے گا، ورنہ جہنم

میں پھینک دیا جائے گا۔ خود نبیِ اکرم ﷺ کا معمول یہی تھا کہ جو شخص مسلمان ہوتا سب سے اوّل اس کو نماز سکھائی جاتی۔

(۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُرْطٍ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلٰوةُ، فَاِنْ صَلُحَتْ صَلُحَ سَائِرُ عَمَلِهِ، وَاِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهِ.

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب کیا جائے گا، اگر وہ اچھی اور پوری نکل آئی تو باقی اعمال بھی پورے اتریں گے اور اگر وہ خراب ہوگئی تو باقی اعمال بھی خراب نکلیں گے۔

(رواه الطبراني في الأوسط ولا بأس بإسناده إن شاء الله، كذا في الترغيب، وفي المنتخب برواية الطبراني في الأوسط أيضاً عن أنس بمعناه، وفي الترغيب عن أبي هريرة رفعه "الصلوة ثلثة أثلاث: الطهور ثلث، والركوع ثلث، والسجود ثلث، فمن أداها بحقها قبلت منه وقبل منه سائر عمله، ومن ردت عليه صلوته، رد عليه سائر عمله. رواه البزار وقال: لا نعلمه مرفوعًا إلا من حديث المغيرة بن مسلم، قال الحافظ: وإسناده حسن. وأخرج مالك في الموطأ أن عمر بن الخطاب كتب إلى عماله: إن أهم أموركم عندي الصلوة، من حفظها أو حافظ عليها حفظ دينه، ومن ضيعها فهو لما سواها أضيع، كذا في الدر)

حضرت عمر ؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ایک اعلان سب جگہ کے حکام کے پاس بھیجا تھا کہ سب سے زیادہ مُہتم بالشان چیز میرے نزدیک نماز ہے، جو شخص اس کی حفاظت اور اس کا اہتمام کرے گا وہ دین کے اور اجزاء کا بھی اہتمام کر سکتا ہے اور جو اس کو ضائع کر دے گا وہ دین کے اور اجزاء کو زیادہ برباد کر دے گا۔

ف: نبی اکرم ﷺ کے اس پاک ارشاد اور حضرت عمر ؓ کے اس اعلان کا منشا بظاہر یہ ہے کہ جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ شیطان مسلمان سے اس وقت تک ڈرتا رہتا ہے جب تک وہ نماز کا پابند اور اس کو اچھی طرح ادا کرتا رہتا ہے، کیونکہ خوف کی وجہ سے اس کو زیادہ جرأت نہیں ہوتی لیکن جب وہ نماز کو ضائع کر دیتا ہے تو اس کی جرأت بہت بڑھ جاتی ہے اور اس آدمی کے گمراہ کرنے کی اُمنگ پیدا ہو جاتی ہے اور پھر بہت سے مُہلکات اور بڑے بڑے گناہوں میں اس کو مبتلا کر دیتا ہے[1] اور یہی مطلب ہے حق سبحانہٗ وتقدس کے ارشاد "اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ" (العنکبوت: ۴۵)

[1] منتخب کنز

کا جس کا بیان قریب ہی آ رہا ہے۔

(۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَةً الَّذِیْ یَسْرِقُ صَلٰوتَهٗ، قَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَکَیْفَ یَسْرِقُ صَلٰوتَهٗ؟ قَالَ: لَایُتِمُّ رُکُوْعَهَا وَلَاسُجُوْدَهَا.

نبی اکرم ﷺ کا اِرشاد ہے کہ بدترین چوری کرنے والا شخص وہ ہے جو نماز میں سے بھی چوری کر لے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! نماز میں سے کس طرح چوری کرے گا؟ اِرشاد فرمایا کہ اس کا رکوع اور سجدہ اچھی طرح سے نہ کرے۔

(رواہ الدارمی، وفی الترغیب رواہ أحمد والطبرانی وابن خزیمة فی صحیحه: وقال: صحیح الإسناد. وفی المقاصد الحسنة حدیث "إن أسوء الناس سرقة" رواہ أحمد والدارمی فی مسندیهما من حدیث الولید بن مسلم عن الأوزاعی عن یحییٰ بن أبی کثیر عن عبداللہ بن أبی قتادہ عن ابیه مرفوعًا، وفی لفظ بحذف "إن" وصححه ابن خزیمة، والحاکم وقال: انه علی شرطهما ولم یخرجاه لروایة کاتب الاوزاعی له عنه عن یحیی عن أبی سلمة عن أبی هریرة، و رواہ أحمد أیضاً، و الطیالسی فی مسندیهما من حدیث علی بن زید عن سعید بن المسیب عن ابی سعید الخدری به مرفوعا، وروایة ابی هریرة عند ابن منیع، و فی الباب عن عبداللہ بن مغفّل وعن النعمان بن مرة عند مالك مرسلافی آخرین. وقال المنذری فی الترغیب لحدیث ابن مغفل: رواہ الطبرانی فی معاجمه الثلثة باسناد جید، وقال لحدیث أبی هریرة: رواہ الطبرانی فی الأوسط وابن حبان فی صحیحه والحاکم وقال: صحیح الاسناد، قلت: وحدیث ابی قتادة و أبی سعید ذکرهما السیوطی فی الجامع الصغیر ورقم بالصحیح).

ف: یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ اول تو چوری خود ہی کس قدر ذِلت کی چیز ہے اور چور کو کیسی حِقارت سے دیکھا جاتا ہے۔ پھر چوری میں بھی اس حرکت کو بدترین چوری اِرشاد فرمایا ہے کہ رکوع سجدہ کو اچھی طرح نہ کرے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورِ اقدس ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور یہ اِرشاد فرمایا کہ اس وقت علم دنیا سے اٹھ جانے کا وقت (منکشف ہوا) ہے۔ حضرت زِیاد صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! علم ہم سے کس طرح اٹھ جائے گا؟ ہم لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں (اور وہ اسی طرح اپنی اولاد کو پڑھائیں گے اور سلسلہ چلتا رہے گا)۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں تو تجھے بڑا سمجھ دار خیال کرتا تھا۔ یہ یہود ونصاریٰ بھی تو توراۃ

انجیل پڑھتے پڑھاتے ہیں، پھر کیا کارآمد ہوا؟ ابو درداء رضی اللہ عنہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے دوسرے صحابی حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے جاکر یہ قصّہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ ابو درداء سچ کہتے ہیں، اور میں بتاؤں کہ سب سے پہلے کیا چیز دنیا سے اٹھے گی۔ سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھ جائے گا، تو دیکھے گا کہ بھری مسجد میں ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہ ہوگا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار کہلاتے ہیں وہ بھی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھایا جائے گا۔[1] ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس نماز کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتے جس میں رکوع سجدہ اچھی طرح نہ کیا جائے۔ ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ہے کہ آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑھتا ہے، مگر ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی کہ کبھی رکوع اچھی طرح کرتا ہے تو سجدہ پورا نہیں کرتا، سجدہ کرتا ہے تو رکوع پورا نہیں کرتا۔ حضرت مجدّدِ الف ثانی نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ نے اپنے مکاتیب (خطوط) میں نماز کے اہتمام پر بہت زور دیا ہے اور بہت سے گرامی ناموں میں مختلف مضامین پر بحث فرمائی ہے۔ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملانے کا، اور رکوع میں انگلیوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا اہتمام بھی ضروری ہے، شریعت نے انگلیوں کو ملانے کا، کھولنے کا حکم بے فائدہ نہیں فرمایا ہے، یعنی ایسے معمولی آداب کی رعایت بھی ضروری ہے، اسی سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ نگاہ کا جمائے رکھنا اور رکوع کی حالت میں پاؤں پر نگاہ رکھنا اور سجدہ میں جاکر ناک پر رکھنا اور بیٹھنے کی حالت میں ہاتھوں پر نگاہ رکھنا نماز میں خشوع کو پیدا کرتا ہے اور اس سے نماز میں دلجمعی نصیب ہوتی ہے، جب ایسے معمولی آداب بھی اتنے اہم فائدے رکھتے ہیں تو بڑے آداب اور سنتوں کی رعایت تم سمجھ لو کہ کس قدر فائدہ بخشے گی۔

(۶) عَنْ اُمِّ رُوْمَانَ رضی اللہ عنہا وَالِدَةِ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: رَآنِیْ اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ اَتَمَيَّلُ فِیْ صَلٰوتِیْ، فَزَجَرَنِیْ زَجْرَةً كِدْتُ اَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوتِیْ، قَالَ: سَمِعْتُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ اُمِّ رومان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھی کہ نماز میں اِدھر اُدھر جھکنے لگی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا تو مجھے اس

[1] در

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ فِى الصَّلٰوةِ فَلْيُسْكِنْ اَطْرَافَهٗ لَايَتَمَيَّلُ تَمَيُّلَ الْيَهُوْدِ، فَاِنَّ سُكُوْنَ الْاَطْرَافِ فِى الصَّلٰوةِ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ. (اخرجه الحكيم الترمذى من طريق القاسم بن محمد عن اسماء بنت ابى بكر عن ام رومان، كذا فى الدر وعزاه السيوطى فى الجامع الصغير الى ابن نعيم فى الحلية، وابن عدى فى الكامل، ورقم له بالضعف، وذكر ايضاً برواية ابن عساكر عن ابى بكر ﷺ، من تمام الصلوة سكون الاطراف)

زور سے ڈانٹا کہ میں (ڈر کی وجہ سے) نماز توڑنے کے قریب ہو گئی، پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے، یہود کی طرح ہلے نہیں۔ بدن کے تمام اعضاء کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونے کا جزو ہے۔

ف: نماز کے درمیان میں سکون سے رہنے کی تاکید بہت سی حدیثوں میں آئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی عادتِ شریفہ اکثر آسمان کی طرف دیکھنے کی تھی کہ وحی کے فرشتے کا انتظار رہتا تھا اور جب کسی چیز کا انتظار ہوتا ہے تو اس طرف نگاہ بھی لگ جاتی ہے، اسی وجہ سے کبھی نماز میں بھی نگاہ اوپر اٹھ جاتی تھی۔ جب "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ o الَّذِيْنَ هُمْ فِىْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ" (المؤمنون: ۱، ۲) نازل ہوئی تو پھر نگاہ نیچے رہتی تھی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق بھی حدیث میں آیا ہے کہ اوّل اوّل اِدھر اُدھر توجہ فرمالیا کرتے تھے مگر اس آیتِ شریفہ کے نازل ہونے کے بعد سے کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسی آیتِ شریفہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے تو کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے، ہمہ تن نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے، اپنی نگاہوں کو سجدہ کی جگہ رکھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کی طرف متوجہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ خشوع کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ خشوع دل میں ہوتا ہے (یعنی دل سے نماز میں متوجہ رہنا) اور یہ بھی اس میں داخل ہے کہ کسی طرف توجہ نہ کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خشوع کرنے والے وہ ہیں جو اللہ سے

ڈرنے والے ہیں اور نماز میں سکون سے رہنے والے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ نفاق کے خشوع سے اللہ ہی سے پناہ مانگو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضور! نفاق کا خشوع کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ظاہر میں تو سکون ہو اور دل میں نفاق ہو۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بھی اس قسم کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا کہ نفاق کا خشوع یہ ہے کہ ظاہر بدن تو خشوع والا معلوم ہو اور دل میں خشوع نہ ہو۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دل کا خشوع اللہ کا خوف ہے اور نگاہ کو نیچی رکھنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں داڑھی پر ہاتھ پھیر رہا ہے: ارشاد فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو بدن کے سارے اعضاء میں سکون ہوتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا کیسا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ یہ شیطان کا نماز میں سے اچک لینا ہے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ نماز میں اوپر دیکھتے ہیں وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں، ورنہ نگاہیں اوپر کی اوپر ہی رہ جائیں گی[1] بہت سے صحابہ اور تابعین سے نقل کیا گیا ہے کہ خشوع سکون کا نام ہے یعنی نماز نہایت سکون سے پڑھی جائے۔ متعدّد احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ نماز ایسی طرح پڑھا کرو گویا یہ آخری نماز ہے۔ ایسی طرح پڑھا کرو جیسا کہ وہ شخص پڑھتا ہے جس کو یہ گمان ہو کہ اس وقت کے بعد مجھے دوسری نماز کی نوبت ہی نہ آئے گی۔[2]

(۷) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: "اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ" فَقَالَ مَنْ لَّمْ تَنْهَهُ صَلٰوتُهُ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ، فَلَا صَلٰوةَ لَهُ. (اخرجه ابن ابی حاتم وابن مردویه،

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد "اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى" الخ (بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں سے) کے متعلق دریافت کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی نماز ایسی نہ ہو اور اس کو بے حیائی اور ناشائستہ

---

[1] درمنثور، [2] جامع الصغیر

حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔ كذافي الدر المنثور)

ف: بے شک نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے اور اس کو اپنی اصلی حالت پر پڑھنے کا ثمرہ یہی ہے کہ وہ ایسی نامناسب باتوں سے روک دے۔ اگر یہ بات پیدا نہیں ہوئی تو نماز کے کمال میں کمی ہے، بہت سی حدیثوں میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نماز میں گناہوں سے روک ہے اور گناہوں سے ہٹانا ہے۔ حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد "اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی" کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں تین چیزیں ہوتی ہیں: اخلاص، اللہ کا خوف، اللہ کا ذکر، جس نماز میں یہ چیزیں نہیں وہ نماز ہی نہیں۔ اخلاص نیک کاموں کا حکم کرتا ہے اور اللہ کا خوف بری باتوں سے روکتا ہے اور اللہ کا ذکر قرآنِ پاک ہے جو مستقل طور پر اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو نماز بری باتوں اور نامناسب حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز بجائے اللہ کے قرب کے اللہ سے دوری پیدا کرتی ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کی نماز اس کو بری باتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں، اس نماز کی وجہ سے اللہ سے دوری پیدا ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی مضمون نقل فرمایا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد نقل کرتے ہیں کہ جو نماز کی اطاعت نہ کرے اس کی نماز ہی کیا، اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ بے حیائی اور بری باتوں سے رکے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا رہتا ہے اور صبح ہوتے ہی چوری کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی نماز اس کو اس فعل سے عنقریب ہی روک دے گی[1] اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بری باتوں میں مشغول ہو تو اس کو اہتمام سے نماز میں مشغول ہونا چاہئے، بری باتیں اس سے خود ہی چھوٹ جائیں گی۔ ہر ہر بری بات کے چھوڑنے کا اہتمام دشوار بھی ہے اور دیر طلب بھی اور اہتمام سے نماز میں مشغول ہو جانا آسان بھی ہے اور دیر طلب بھی نہیں۔ اس کی برکت سے بری باتیں اس سے اپنے آپ ہی چھوٹتی چلی جاویں گی۔

[1] درمنثور

حق تعالیٰ شانہٗ مجھے بھی اچھی طرح نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

(۸) عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ. اخرجه ابن ابی شيبة ومسلم والترمذی وابن ماجة، كذافی الدر المنثور. وفيه ايضًا عَنْ مُجَاهِدٍ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى "وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ" قَالَ: مِنَ الْقُنُوْتِ الرُّكُوْعُ وَالْخُشُوْعُ، وَطُوْلُ الرُّكُوْعِ يَعْنِيْ طُوْلَ الْقِيَامِ، وَغَضُّ الْبَصَرِ، وَخَفْضُ الْجَنَاحِ وَالرَّهْبَةُ لِلّٰهِ، وَكَانَ الْفُقَهَاءُ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ اِذَا قَامَ اَحَدُهُمْ فِي الصَّلٰوةِ، يَهَابُ الرَّحْمٰنَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَنْ يَلْتَفِتَ، اَوْيُقَلِّبَ الْحَصٰى، اَوْيَشُدَّ بَصَرَهٗ، اَوْيَعْبَثَ بِشَيْءٍ، اَوْ يُحَدِّثَ نَفْسَهٗ بِشَيْءٍ مِنْ اَمْرِ الدُّنْيَا، اِلَّا نَاسِيًا حَتّٰى يَنْصَرِفَ. (اخرجه سعيد بن منصور و عبد بن حميد و ابن جرير و ابن المنذر وابن حاتم والاصبهانی فی الترغيب، والبيهقی فی شعب الايمان. هذا اخرما اردت ايراده فی هذه العجالة، رعاية لعدد الاربعين، والله

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ افضل نماز وہ ہے جس میں لمبی لمبی رکعتیں ہوں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ (اور نماز میں) کھڑے رہو اللہ کے سامنے مؤدّب، اس آیت میں رکوع بھی داخل ہے اور خشوع بھی اور لمبی رکعت ہونا بھی اور آنکھوں کو پست کرنا، بازوؤں کو جھکانا (یعنی اکڑ کر کھڑا نہ ہونا) اور اللہ سے ڈرنا بھی شامل ہے کہ لفظِ قنوت میں جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا یہ سب چیزیں داخل ہیں۔ حضورِ اقدس ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا تھا اس بات سے کہ اِدھر اُدھر دیکھے یا (سجدہ میں جاتے ہوئے) کنکریوں کو الٹ پلٹ کرے (عرب میں صفوں کی جگہ کنکریاں بچھائی جاتی ہیں) یا کسی اور لغو چیز میں مشغول ہو یا دل میں کسی دنیاوی چیز کا خیال لائے، ہاں بھول کے خیال آ گیا ہو تو دوسری بات ہے۔

ولی التوفيق وقد وقع الفراغ منه ليلة التروية من سنة سبع و خمسين بعد الف وثلاثمائة والحمد لله اولًا واخرًا)

ف: "قُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ" کی تفسیر میں مختلف ارشادات وارد ہوئے ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ قانتین کے معنی چپ چاپ کے ہیں۔ ابتدائے زمانہ میں نماز میں بات کرنا، سلام کا جواب دینا وغیرہ وغیرہ امور جائز تھے، مگر جب یہ آیتِ شریفہ نازل ہوئی تو نماز میں بات کرنا ناجائز ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا عادی بنا رکھا تھا کہ جب میں حاضر ہوں تو گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہوں میں سلام کرتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے۔ ایک مرتبہ میں حاضر ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول تھے۔ میں نے حسبِ عادت سلام کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا۔ مجھے سخت فکر ہوا کہ شاید میرے بارے میں اللہ جل شانہ کے یہاں سے کوئی عتاب نازل ہوا ہو، نئے اور پرانے خیالات نے مجھے گھیر لیا۔ پرانی پرانی باتیں سوچتا تھا کہ شاید فلاں بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے ہوں، شاید فلانی بات ہو گئی ہو۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر لیا تو ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے احکام میں جو چاہتے ہیں تبدیلی فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے نماز میں بولنے کی ممانعت فرما دی، اور یہ آیت تلاوت فرمائی اور پھر ارشاد فرمایا کہ نماز میں اللہ کے ذکر، اس کی تسبیح، اس کی حمد و ثنا کے سوا بات کرنا جائز نہیں۔

معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیّبہ مسلمان ہونے کے لئے حاضر ہوا تو مجھے بہت سی چیزیں سکھائی گئیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی تھا کہ جب کوئی چھینکے اور الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہنا چاہئے۔ چونکہ نئی تعلیم تھی اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں نہ کہنا چاہئے۔ ایک صاحب کو نماز میں چھینک آئی، میں نے جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہا۔ آس پاس کے لوگوں نے مجھے تنبیہ کے طور پر گھورا، مجھے اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں بولنا جائز نہیں، اس لئے میں نے کہا کہ ہائے افسوس! تمہیں کیا ہوا کہ مجھے کڑوی کڑوی نگاہوں سے گھورتے ہو۔ مجھے اشارہ سے ان لوگوں نے چپ کرا دیا، میری سمجھ میں تو آیا نہیں، مگر میں چپ ہو گیا۔ جب نماز ختم ہو چکی تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے ماں باپ آپ پر قربان) نہ مجھے مارا، نہ ڈانٹا، نہ برا بھلا کہا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ نماز میں بات کرنا جائز نہیں۔ نماز تسبیح و تکبیر اور قراءۃ قرآن ہی کا موقع

ہے۔ خدا کی قسم! حضور ﷺ جیسا شفیق استاذ نہ میں نے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

دوسری تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ "قَانِتِیْنَ" کے معنی خَاشِعِیْن کے ہیں یعنی خشوع سے نماز پڑھنے والے۔ اسی کے موافق مجاہد یہ نقل کرتے ہیں جو اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ سب چیزیں خشوع میں داخل ہیں، یعنی لمبی لمبی رکعات کا ہونا اور خشوع وخضوع سے پڑھنا، نگاہ کو نیچی رکھنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابتدا میں حضورِ اقدس ﷺ رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے آپ کو رسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں۔ اس پر "طٰهٰ ۝ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝" (طٰہٰ:۱،۲) نازل ہوئی اور یہ مضمون تو کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور ﷺ اتنی طویل رکعت کیا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔ اگرچہ ہم لوگوں پر شفقت کی وجہ سے حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جس قدر تحمّل اور نباہ ہو سکے اتنی محنت کرنا چاہئے، ایسا نہ ہو کہ تحمّل سے زیادہ بار اٹھانے کی وجہ سے بالکل ہی جاتا رہے، چنانچہ ایک صحابی عورت رضی اللہ عنہا نے بھی اسی طرح رسی میں اپنے کو باندھنا شروع کیا تو حضور ﷺ نے منع فرمادیا۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ تحمّل کے بعد جتنی لمبی نماز ہوگی اتنی ہی بہتر اور افضل ہوگی۔ آخر حضور ﷺ کا اتنی لمبی نماز پڑھنا کہ پاؤں مبارک پر ورم آجاتا تھا کوئی بات تو رکھتا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عرض بھی کرتے کہ سورۂ فتح میں آپ کی مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمالیا ہے تو حضور ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ پھر میں شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حضورِ اقدس ﷺ نماز پڑھتے تھے تو آپ کے سینۂ مبارک سے رونے کی آواز (سانس رکنے کی وجہ سے) ایسی مسلسل آتی تھی جیسا چکی کی آواز ہوتی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایسی آواز ہوتی تھی جیسا کہ ہنڈیا کے پکنے کی آواز ہوتی ہے۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں مَیں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے کہ اسی حالت میں صبح فرمادی۔ متعددِ احادیث میں اِرشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ چند آدمیوں سے بے حد خوش

[1] ترغیب

ہوتے ہیں۔ منجملہ ان کے وہ شخص ہے جو سردی کی رات میں نرم بستر پر لحاف میں لپٹا ہوا لیٹا ہوا اور خوبصورت دل میں جگہ کرنے والی بیوی پاس لیٹی ہو اور پھر تہجد کے لئے اٹھے اور نماز میں مشغول ہو جائے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس شخص سے بہت ہی خوش ہوتے ہیں، تعجب فرماتے ہیں باوجود عالم الغیب ہونے کے فرشتوں سے فخر کے طور پر دریافت فرماتے ہیں کہ اس بندہ کو کس بات نے مجبور کیا کہ اس طرح کھڑا ہو گیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ آپ کے لطف وعطایا کی امید نے اور آپ کے عتاب کے خوف نے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا جس چیز کی اس نے مجھ سے امید رکھی وہ میں نے عطا کی اور جس چیز کا اس کو خوف ہے اس سے امن بخشا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ کسی بندہ کو کوئی عطا اللہ کی طرف سے اس سے بہتر نہیں دی گئی کہ اس کو دو رکعت نماز کی توفیق عطا ہو جائے۔

قرآن وحدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ فرشتے ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ احادیث میں آیا ہے کہ ایک جماعت ان کی ایسی ہے جو قیامت تک رکوع ہی میں رہے گی اور ایک جماعت اسی طرح ہر وقت سجدہ میں مشغول رہتی ہے اور ایک جماعت اسی طرح کھڑی رہتی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے مؤمن کے لئے یہ اکرام واعزاز فرمایا کہ ان سب چیزوں کا مجموعہ اس کو دو رکعت نماز میں عطا فرما دیا تا کہ فرشتوں کی ہر عبادت سے اس کو حصہ مل جائے اور نماز میں قرآن شریف کی تلاوت ان کی عبادتوں پر اضافہ ہے اور جب یہ فرشتوں کی عبادتوں کا مجموعہ ہے تو انہیں کی سی صفات سے اس میں لطف میسر ہو سکتا ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز کے لئے اپنی کمر اور پیٹ کو ہلکا رکھا کرو[1] کمر کو ہلکا رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ بہت سے جھگڑے اپنے پیچھے نہ لگاؤ اور پیٹ کو ہلکا رکھنا ظاہر ہے کہ زیادہ سیر ہو کر نہ کھاؤ اس سے کاہلی، سستی پیدا ہوتی ہے۔

صوفیہ کہتے ہیں کہ نماز میں بارہ ہزار چیزیں ہیں جن کو حق تعالیٰ شانہٗ نے بارہ چیزوں میں منضم فرمایا ہے، ان بارہ کی رعایت ضروری ہے تا کہ نماز مکمل ہو جائے اور اس کا پورا فائدہ حاصل ہو۔ یہ بارہ حسب ذیل ہیں:

اوّل علم، حضور ﷺ کا اِرشاد ہے کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی جہل کی حالت کے

---

[1] جامع الصغیر

بہت سے عمل سے افضل ہے۔ دوسرے وضو، تیسرے لباس، چوتھے وقت، پانچویں قبلہ کی طرف رخ کرنا، چھٹے نیت، ساتویں تکبیرِ تحریمہ، آٹھویں نماز میں کھڑا ہونا، نویں قرآن شریف پڑھنا، دسویں رکوع، گیارھواں سجدہ، بارہویں التحیات میں بیٹھنا، اوران سب کی تکمیل اخلاص کے ساتھ ہے۔

پھران بارہ کے تین تین جزو ہیں: اوّل، علم کے تین جزو یہ ہیں کہ فرضوں اور سنتوں کو علیحدہ علیحدہ معلوم کرے، دوسرے یہ معلوم کرے کہ وضواور نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں، کتنی سنت ہیں، تیسرے یہ معلوم کرے کہ شیطان کس کس مکر سے نماز میں رخنہ ڈالتا ہے۔

اس کے بعد وضو کے بھی تین جزو ہیں: اول یہ کہ دل کو کینہ اور حسد سے پاک کرے جیسا کہ ظاہری اعضاء کو پاک کر رہا ہے، دوسرے ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک رکھے، تیسرے وضو کرنے میں نہ اسراف کرے نہ کوتاہی کرے۔

پھرلباس کے بھی تین جزو ہیں: اول یہ کہ حلال کمائی سے ہو، دوسرے یہ کہ پاک ہو، تیسرے سنت کے موافق ہو کہ ٹخنے وغیرہ ڈھکے ہوئے نہ ہوں، تکبّر اور بڑائی کے طور پر نہ پہنا ہو۔

پھر وقت میں بھی تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے: اول یہ کہ دھوپ ستاروں وغیرہ کی خبر گیری رکھے تاکہ اوقات صحیح معلوم ہو سکیں (اور ہمارے زمانہ میں اس کے قائم مقام گھڑی گھنٹے ہو گئے ہیں)، دوسرے اذان کی خبر رکھے، تیسرے دل سے ہر وقت نماز کے وقت کا خیال رکھے، کبھی ایسا نہ ہو کہ وقت گذر جائے پتہ نہ چلے۔

پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت رکھے: اول یہ کہ ظاہری بدن سے ادھر متوجہ ہو، دوسرے یہ کہ دل سے اللہ کے طرف توجہ رکھے کہ دل کا کعبہ وہی ہے، تیسرے مالک کے سامنے جس طرح ہمہ تن متوجہ ہونا چاہئے اس طرح متوجہ ہو۔

پھر نیت بھی تین چیزوں کی محتاج ہے: اول یہ کہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے، دوسرے یہ کہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے اور وہ دیکھتا ہے، تیسرے یہ کہ وہ دل کی حالت کو بھی دیکھتا ہے۔

پھر تکبیرِ تَحْرِیْمَہ کے وقت بھی تین چیزوں کی رعایت کرنا ہے: اوّل یہ کہ لفظ صحیح ہو، دوسرے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے (گویا اشارہ ہے کہ اللہ کے ماسوا سب چیزوں کو پیچھے

پھینک دیا)، تیسرے یہ کہ اللہ اکبر کہتے ہوئے اللہ کی بڑائی اور عظمت دل میں بھی موجود ہو۔

پھر قیام یعنی کھڑے ہونے میں بھی تین چیزیں ہیں: اوّل یہ کہ نگاہ سجدہ کی جگہ رہے، دوسرے دل سے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خیال کرے، تیسرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ جو شخص نماز میں اِدھر اُدھر متوجہ ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بڑی مشکل سے دربانوں کی منت سماجت کر کے بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور جب رسائی ہو اور بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہو تو وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگے، ایسی صورت میں بادشاہ اس کی طرف کیا توجہ کرے گا۔

پھر قراءت میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے: اوّل صحیح ترتیل سے پڑھے، دوسرے اس کے معنی پر غور کرے، تیسرے جو پڑھے اس پر عمل کرے۔

پھر رکوع میں بھی تین چیزیں ہیں: اوّل یہ کہ کمر کو رکوع میں بالکل سیدھا رکھے، نہ نیچا کرے نہ اونچا (علماء نے لکھا ہے کہ سر اور کمر اور سرین تینوں چیزیں برابر رہیں)، دوسرے ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر چوڑی کر کے گھٹنوں پر رکھے۔ تیسرے تسبیحات کو عظمت اور وقار سے پڑھے۔

پھر سجدہ میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے: اوّل یہ کہ دونوں ہاتھ سجدہ میں کانوں کے برابر رہیں۔ دوسرے ہاتھوں کی کہنیاں کھڑی رہیں، تیسرے تسبیحات کو عظمت سے پڑھے۔

پھر بیٹھنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے: اول یہ کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بائیں پر بیٹھے، دوسرے یہ کہ عظمت کے ساتھ معنی کی رعایت کر کے تشہد پڑھے کہ اس میں حضور ﷺ پر سلام ہے، مؤمنین کے لئے دعا ہے، پھر فرشتوں پر اور دائیں بائیں جانب جو لوگ ہیں ان پر سلام کی نیت کرے۔

پھر اخلاص کے بھی تین جزو ہیں: اوّل یہ کہ اس نماز سے صرف اللہ کی خوشنودی مقصود ہو، دوسرے یہ سمجھے کہ اللہ ہی کی توفیق سے یہ نماز ادا ہوئی، تیسرے اس پر ثواب کی امید رکھے۔

حقیقت میں نماز میں بڑی خیر اور بڑی برکت ہے۔ اس کا ہر ذکر بہت سی خوبیوں کو اور اللہ کی بڑائیوں کو لئے ہوئے ہے۔ ایک سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ ہی کو دیکھ لیجئے جو سب سے

پہلی دعا ہے کہ کتنے فضائل پر حاوی ہے۔

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ: یااللہ! تیری پاکی کا بیان کرتا ہوں کہ تو ہر عیب سے پاک ہے۔ ہر برائی سے دور ہے۔ **وَبِحَمْدِكَ:** جتنی تعریف کی باتیں ہیں اور جتنے بھی قابلِ مدح امور ہیں وہ سب تیرے لئے ثابت ہیں اور تجھے زیبا۔ **وَتَبَارَكَ اسْمُكَ:** تیرا نام بابرکت ہے اور ایسا بابرکت ہے کہ جس چیز پر تیرا نام لیا جائے وہ بھی بابرکت ہوجاتی ہے۔

وَتَعَالٰى جَدُّكَ: تیری شان بہت بلند ہے، تیری عظمت سب سے بالاتر ہے۔ **وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ:** تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، نہ کوئی ذات پرستش کے لائق کبھی ہوئی، نہ ہے۔

اسی طرح رکوع میں **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ** میرا عظمت اور بڑائی والا رب، ہر عیب سے بالکل پاک ہے۔ اس کی بڑائی کے سامنے اپنی عاجزی اور بیچارگی کا اظہار ہے کہ گردن کا بلند کرنا غرور اور تکبّر کی علامت ہے اور اس کا جھکا دینا نیازمندی اور فرماں برداری کا اقرار ہے، تو رکوع میں گویا اس کا اقرار ہے کہ تیرے احکام کے سامنے اپنے کو جھکاتا ہوں اور تیری اطاعت اور بندگی کو اپنے سر پر رکھتا ہوں، میرا یہ گنہگار جسم تیرے سامنے حاضر ہے اور تیری بارگاہ میں جھکا ہوا ہے، تو بیشک بڑائی والا ہے اور تیری بڑائی کے سامنے میں سرنگوں ہوں۔ اسی طرح سجدہ میں **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى** میں بھی اللہ کی بے حد رفعت اور بلندی کا اقرار ہے اور اس بلندی کے ساتھ ہر برائی اور عیب سے پاکی کا اقرار ہے، اپنے سر کو اس کے سامنے ڈال دینا ہے جو سارے اعضاء میں اشرف شمار کیا جاتا ہے اور اس میں محبوب ترین چیزیں آنکھ، کان، ناک، زبان ہیں۔ گویا اس کا اقرار ہے کہ میری یہ سب اشرف اور محبوب چیزیں تیرے حضور میں حاضر اور تیرے سامنے زمین پر پڑی ہوئی ہیں اس امید پر کہ تو مجھ پر فضل فرمائے اور رحم کرے، اور اس عاجزی کا پہلا ظہور اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر مؤدب کھڑے ہونے میں تھا، اس پر ترقی اس کے سامنے سر جھکا دینے میں تھی اور اس پر بھی ترقی اس کے سامنے زمین پر ناک رگڑنے اور سر رکھ دینے میں ہے۔ اسی طرح پوری نماز کی حالت ہے اور حق یہ ہے کہ یہی اصلی ہیئت نماز کی ہے اور یہی ہے وہ نماز جو دین ودنیا کی فلاح وبہبود کا زینہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے مجھے اور سب مسلمانوں کو اس پر عمل

کی توفیق عطا فرمائے۔

اور جیسا کہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے فقہائے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی یہی نماز تھی۔ وہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے اللہ سے ڈرتے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب وضو فرماتے تو چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ کسی نے پوچھا: یہ کیا بات ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ ایک بڑے جبار بادشاہ کے حضور میں کھڑے ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ پھر وضو کر کے جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر یہ فرماتے: ''اِلٰهِیْ عَبْدُكَ بِبَابِكَ، يَا مُحْسِنُ! قَدْ اَتَاكَ الْمُسِيْءُ، وَقَدْ اَمَرْتَ الْمُحْسِنَ مِنَّا اَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنِ الْمُسِيْءِ فَاَنْتَ الْمُحْسِنُ وَاَنَا الْمُسِيْءُ فَتَجَاوَزْ عَنْ قَبِيْحِ مَا عِنْدِيْ بِجَمِيْلِ مَا عِنْدَكَ يَا كَرِيْمُ'' (ترجمہ) ''یا اللہ! تیرا بندہ دروازہ پر حاضر ہے۔ اے احسان کرنے والے اور بھلائی کا برتاؤ کرنے والے! بداعمال تیرے پاس حاضر ہے، تو نے ہم لوگوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ اچھے لوگ بروں سے درگذر کریں۔ تو اچھائی والا ہے اور میں بدکار ہوں۔ اے کریم! میری برائیوں سے ان خوبیوں کی بدولت جن کا تو مالک ہے درگذر فرما۔'' اس کے بعد مسجد میں داخل ہوتے۔

حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ روزانہ ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے، تہجد کبھی سفر یا حضر میں ناغہ نہیں ہوا، جب وضو کرتے تو چہرہ زرد ہو جاتا تھا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن پر لرزہ آ جاتا۔ کسی نے دریافت کیا تو فرمایا: کیا تمہیں خبر نہیں کہ کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں؟ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی، یہ نماز میں مشغول رہے۔ لوگوں نے عرض کیا تو فرمایا کہ دنیا کی آگ سے آخرت کی آگ نے غافل رکھا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ مجھے تکبر کرنے والے پر تعجب ہے کہ کل تک ناپاک نطفہ تھا اور کل کو مردار ہو جائے گا پھر تکبر کرتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تعجب ہے کہ لوگ فنا ہونے والے گھر کے لئے تو فکر کرتے ہیں، ہمیشہ رہنے والے گھر کی فکر نہیں کرتے۔ آپ کا معمول تھا کہ رات کو چھپ کر صدقہ کیا کرتے، لوگوں کو یہ خبر بھی نہ ہوتی کہ کس نے دیا۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو سو گھر ایسے نکلے جن کا گذارہ آپ کی اعانت پر تھا۔[1]

[1] نزہۃ البساتین

حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو چہرہ کا رنگ بدل جاتا، بدن پر کپکپی آجاتی۔ کسی نے پوچھا تو اِرشاد فرمایا کہ اس امانت کے ادا کرنے کا وقت ہے جس کو آسمان وزمین نہ اُٹھا سکے، پہاڑ اس کے اٹھانے سے عاجز ہو گئے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کو پورا کرسکوں گا یا نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا جب اذان کی آواز سنتے تو اس قدر روتے کہ چادر تر ہو جاتی، رگیں پھول جاتیں، آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ کسی نے عرض کیا کہ ہم تو اذان سنتے ہیں مگر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا، آپ اس قدر گھبراتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مؤذن کیا کہتا ہے تو راحت وآرام سے محروم ہو جائیں اور نیند اُڑ جائے۔ اس کے بعد اذان کے ہر ہر جملہ کی تنبیہ کو مفصل ذکر فرمایا۔

ایک شخص نقل کرتے ہیں کہ میں نے ذُوالنُّون مصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی جب انہوں نے اللہ اکبر کہا تو لفظ اللہ کے وقت ان پر جلالِ الٰہی کا ایسا غلبہ تھا گویا ان کے بدن میں روح نہیں رہی، بالکل مَبہوت سے ہو گئے اور جب اکبر زبان سے کہا تو میرا دل ان کی اس تکبیر کی ہیبت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔[1]

حضرت اویس قرنی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ مشہور بزرگ اور افضل ترین تابعی ہیں۔ بعض مرتبہ رکوع کرتے اور تمام رات اسی حالت میں گذار دیتے۔ کبھی سجدہ میں یہی حالت ہوتی کہ تمام رات ایک ہی سجدہ میں گذار دیتے۔[2]

عِصام رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے حضرت حاتم زاہد بلخی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟ فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے اوّل نہایت اطمینان سے اچھی طرح وضو کرتا ہوں، پھر اس جگہ پہنچتا ہوں جہاں نماز پڑھنا ہے اور اوّل نہایت اطمینان سے کھڑا ہوتا ہوں کہ گویا کعبہ میرے منہ کے سامنے ہے اور میرا پاؤں پل صراط پر ہے، داہنی طرف جنّت ہے اور بائیں طرف دوزخ ہے۔ موت کا فرشتہ میرے سر پر ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے، پھر کوئی اور نماز شاید میسّر نہ ہو اور میرے دل کی حالت کو اللہ ہی جانتا ہے، اس کے بعد نہایت عاجزی کے ساتھ "اللہ اکبر" کہتا ہوں، پھر معنی کو سوچ کر قرآن پڑھتا

[1] نزہۃ البساتین، [2] ایضاً

ہوں، تواضع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، عاجزی کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں اور اطمینان سے نماز پوری کرتا ہوں، اس طرح کہ اللہ کی رحمت سے اس کے قبول ہونے کی امید رکھتا ہوں اور اپنے اعمال سے مردود ہو جانے کا خوف کرتا ہوں۔ عصام رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کتنی مدت سے آپ ایسی نماز پڑھتے ہیں؟ حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: تیس برس سے۔ عِصام رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے کہ مجھے ایک بھی نماز ایسی نصیب نہ ہوئی۔ کہتے ہیں کہ حاتم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرتبہ جماعت فوت ہوگئی جس کا بے حد اثر تھا، ایک دو ملنے والوں نے تعزیت کی۔ اس پر رونے لگے اور یہ فرمایا کہ اگر میرا ایک بیٹا مرجاتا تو آدھا بَلخ تعزیت کرتا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ دس ہزار آدمیوں سے زیادہ تعزیت کرتے، جماعت کے فوت ہونے پر ایک دو آدمیوں نے تعزیت کی۔ یہ صرف اس وجہ سے کہ دین کی مصیبت لوگوں کی نگاہ میں دنیا کی مصیبت سے ہلکی ہے۔

حضرت سعید بن المُسیّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بیس برس کے عرصہ میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ اذان ہوئی ہو اور میں مسجد میں پہلے سے موجود نہ ہوں۔ محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے دنیا میں صرف تین چیزیں چاہئیں: ایک ایسا دوست ہو جو میری لغزشوں پر مُتنبّہ کرتا رہے۔ ایک بقدر زندگی روزی جس میں کوئی جھگڑا نہ ہو۔ ایک جماعت کی نماز ایسی کہ اس میں جو کوتاہی ہو جائے وہ تو معاف ہو، اور جو ثواب ہو وہ مجھے مل جائے۔ حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد فرمانے لگے کہ شیطان نے اس وقت مجھ پر ایک حملہ کیا۔ میرے دل میں یہ خیال ڈالا کہ میں افضل ہوں (اس لئے کہ افضل کو امام بنایا جاتا ہے) آئندہ کبھی بھی نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لے گئے تو جماعت ہو چکی تھی "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ o" پڑھا اور فرمایا کہ نماز کی فضیلت مجھے عراق کی سلطنت سے بھی زیادہ محبوب تھی۔

کہتے ہیں کہ ان حضراتِ کرام میں سے جس کی تکبیر اولیٰ فوت ہو جاتی تین دن تک اس کا رنج کرتے تھے اور جس کی جماعت جاتی رہتی سات دن تک اس کا افسوس کرتے تھے۔[1]

بکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر تو اپنے مالک، اپنے مولا سے بلا واسطہ بات

[1] احیاء

کرنا چاہے تو جب چاہے کرسکتا ہے، کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا صورت ہے؟ فرمایا کہ اچھی طرح وضو کرا اور نماز کی نیت باندھ لے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے باتیں کرتے تھے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتے تھے، لیکن جب نماز کا وقت آ جاتا تو ایسے ہو جاتے گویا ہم کو پہچانتے ہی نہیں اور ہمہ تن اللہ کی طرف مشغول ہو جاتے تھے۔ سعید تنوخی رحمۃ اللہ علیہ جب تک نماز پڑھتے رہتے مسلسل آنسوؤں کی لڑی رخساروں پر جاری رہتی۔ خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ یہ مکھیاں تم کو نماز میں دِق نہیں کرتیں؟ کہنے لگے کہ میں اپنے کو کسی ایسی چیز کا عادی نہیں بناتا جس سے نماز میں نقصان آئے۔ یہ بدکار لوگ حکومت کے کوڑوں کو برداشت کرتے رہتے ہیں محض اتنی سی بات کے لئے کہ لوگ کہیں گے کہ بڑا متحمل مزاج ہے اور پھر اس کو فخریہ بیان کرتے ہیں۔ میں اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک مکھی کی وجہ سے حرکت کرنے لگوں۔

بَہجۃُ النفوس میں لکھا ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ رات کو نماز پڑھ رہے تھے ایک چور آیا اور گھوڑا کھول کر لے گیا، لے جاتے ہوئے اس پر نظر بھی پڑ گئی مگر نماز نہ توڑی، بعد میں کسی نے کہا بھی کہ آپ نے پکڑ نہ لیا؟ فرمایا: جس چیز میں مشغول تھا وہ اس سے بہت اونچی تھی۔

حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ کا تو قصہ مشہور ہے کہ جب لڑائی میں ان کے تیر لگ جاتے تو وہ نماز ہی میں نکالے جاتے، چنانچہ ایک مرتبہ ران میں ایک تیر گھس گیا۔ لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی، نہ نکل سکا۔ آپس میں مشورہ کیا کہ جب یہ نماز میں مشغول ہوں اس وقت نکالا جائے۔ آپ نے جب نفلیں شروع کیں اور سجدہ میں گئے تو ان لوگوں نے اس کو زور سے کھینچ لیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آس پاس مجمع دیکھا۔ فرمایا: کیا تم تیر نکالنے کے واسطے آئے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ تو ہم نے نکال بھی لیا۔ آپ نے فرمایا: مجھے خبر ہی نہیں ہوئی۔

مسلم بن یسار رحمۃ اللہ علیہ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں سے کہہ دیتے کہ تم باتیں کرتے رہو، مجھے تمہاری باتوں کا پتہ نہیں چلے گا۔ ربیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب نماز میں کھڑا ہوتا ہوں، مجھ پر اس کا فکر سوار ہو جاتا ہے کہ مجھ سے کیا کیا سوال و جواب ہوگا۔ عامر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں کی باتوں کی تو کیا خبر ہوتی، ڈھول کی

آواز کا بھی پتہ نہ چلتا تھا۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ تمہیں نماز میں کسی چیز کی بھی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا: ہاں! مجھے اس کی خبر ہوتی ہے کہ ایک دن اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا ہوگا اور دونوں گھروں جنّت یا دوزخ میں سے ایک میں جانا ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا۔ یہ نہیں پوچھتا، ہماری باتوں میں سے بھی کسی کی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا کہ مجھ میں نیزوں کی بھالیں گھس جائیں یہ زیادہ اچھا ہے اس سے کہ مجھے نماز میں تمہاری باتوں کا پتہ چلے۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر آخرت کا منظر اس وقت میرے سامنے ہو جائے تو میرے یقین اور ایمان میں اِضافہ نہ ہو(کہ غیب پر ایمان اتنا ہی پختہ ہے جتنا مشاہدہ پر ہوتا ہے)۔

ایک صاحب کا کوئی عضو خراب ہو گیا تھا جس کے لئے اس کے کاٹنے کی ضرورت تھی۔ لوگوں نے تجویز کیا کہ جب یہ نماز کی نیت باندھیں اس وقت کاٹنا چاہئے، ان کو پتہ بھی نہ چلے گا، چنانچہ نماز پڑھتے ہوئے اس عضو کو کاٹ دیا گیا۔ ایک صاحب سے پوچھا گیا کہ کیا تمہیں نماز میں دنیا کا بھی خیال آ جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہ نماز میں آتا ہے نہ بغیر نماز کے۔ ایک اور صاحب کا قصّہ لکھا ہے کہ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ تمہیں نماز میں کوئی چیز یاد آ جاتی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نماز سے بھی زیادہ کوئی محبوب چیز ہے جو نماز میں یاد آئے۔

''بَہجَۃُ النفوس'' میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص ملنے کے لئے آیا، وہ ظہر کی نماز میں مشغول تھے، وہ انتظار میں بیٹھ گیا۔ جب نماز سے فارغ ہو چکے تو نفلوں میں مشغول ہو گئے اور عصر تک نفلیں پڑھتے رہے۔ یہ انتظار میں بیٹھا رہا۔ نفلوں سے فارغ ہوئے تو عصر کی نماز شروع کر دی اور اس سے فارغ ہو کر دعا میں مشغول ہو گئے اور مغرب تک مشغول رہے۔ پھر مغرب کی نماز پڑھی اور نفلیں شروع کر دیں۔ عشاء تک اس میں مشغول رہے۔ یہ بیچارہ انتظار میں بیٹھا رہا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر پھر نفلوں کی نیت باندھ لی اور صبح تک اس میں مشغول رہے۔ پھر صبح کی نماز پڑھی اور ذکر شروع کر دیا اور اوراد وظائف پڑھتے رہے۔ اسی میں مصلے پر بیٹھے بیٹھے آنکھ جھپک گئی تو فوراً آنکھوں کو ملتے ہوئے اٹھے۔ استغفار و توبہ کرنے لگے اور یہ دعا پڑھی: ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَیْنٍ لَّا تَشْبَعُ مِنَ النَّوْمِ'' (اللہ ہی سے پناہ مانگتا ہوں ایسی آنکھ سے جو نیند سے بھرتی ہی نہیں)۔

ایک صاحب کا قصّہ لکھا ہے کہ وہ رات کو سونے لیٹتے تو کوشش کرتے کہ آنکھ لگ جائے،

مگر جب نیند نہ آتی تو اٹھ کر نماز میں مشغول ہو جاتے اور عرض کرتے، یااللہ! تجھ کو معلوم ہے کہ جہنم کی آگ کے خوف نے میری نیند اُڑا دی اور یہ کہہ کر صبح تک نماز میں مشغول رہتے۔

ساری رات بے چینی اور اضطراب یا شوق واشتیاق میں جاگ کر گذار دینے کے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ ہم لوگ اس لذت سے اتنے دور ہو گئے ہیں کہ ہم کو ان واقعات کی صحت میں بھی تردّد ہونے لگا، لیکن اول تو جس کثرت اور تواتر سے یہ واقعات نقل کئے گئے ہیں ان کی تردید میں ساری ہی تواریخ سے اعتماد اٹھتا ہے کہ واقعہ کی صحت کثرتِ نقل ہی سے ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے ہم لوگ اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کو آئے دن دیکھتے ہیں جو سینما اور تھیٹر میں ساری رات کھڑے گذار دیتے ہیں کہ نہ ان کو تعب ہوتا ہے نہ نیند ستاتی ہے۔ پھر کیا وجہ کہ ہم ایسے معاصی کی لذتوں کا یقین کرنے کے باوجود ان طاعات کی لذتوں کا انکار کریں حالانکہ طاعات میں اللہ تعالیٰ جَلَّ شَانُہٗ کی طرف سے قوت بھی عطا ہوتی ہے۔ ہمارے اس تردد کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم ان لذتوں سے ناآشنا ہیں اور نابالغ بلوغ کی لذتوں سے ناواقف ہوتا ہی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس لذت تک پہنچا دیں تو زہے نصیب۔

آخری گذارش

صوفیہ نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے ساتھ مُناجات کرنا اور ہم کلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت سے بھی ہو سکتی ہیں مثلاً زکوٰۃ ہے کہ اس کی حقیقت مال کا خرچ کرنا ہے۔ یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گذرے گا، اسی طرح روزہ دن بھر کا بھوکا پیاسا رہنا صحبت کی لذت سے رکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں، غفلت سے بھی اگر متحقق ہوں تو نفس کی شدت اور تیزی پر اثر پڑیگا، لیکن نماز کا معظم حصہ ذکر ہے، قراءت قرآن ہے۔ یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں، ایسی ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہذیان ہوتی ہے کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر ایسے اوقات میں جاری ہو جاتی ہے، نہ اس میں کوئی مشقت ہوتی ہے نہ کوئی نفع۔ اسی طرح چونکہ نماز کی

عادت پڑگئی ہے اس لئے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق بلا سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے جیسا کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ نہ سننے والا اس کو اپنے سے کلام سمجھتا ہے نہ اس کا کوئی فائدہ ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ شانہٗ بھی ایسی نماز کی طرف التفات اور توجہ نہیں فرماتے جو بلا ارادہ کے ہو۔ اس لئے نہایت اہم ہے کہ نماز اپنی وسعت و ہمّت کے موافق پوری توجہ سے پڑھی جائے، لیکن یہ امر نہایت ضروری ہے کہ اگر یہ حالات اور کیفیات جو پچھلوں کی معلوم ہوئی ہیں حاصل نہ بھی ہوں تب بھی نماز جس حال سے بھی ممکن ہو ضرور پڑھی جائے۔ یہ بھی شیطان کا ایک سخت ترین مکر ہوتا ہے، وہ یہ سمجھائے کہ بری طرح پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی اچھا ہے، یہ غلط ہے، نہ پڑھنے سے بری طرح کا پڑھنا ہی بہتر ہے، اس لئے کہ نہ پڑھنے کا جو عذاب ہے وہ نہایت ہی سخت ہے، حتیٰ کہ علماء کی ایک جماعت نے اس شخص کے کفر کا فتویٰ دیا ہے جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے جیسا کہ پہلے باب میں مفصّل گذر چکا ہے، البتہ اس کی کوشش ضرور ہونا چاہئے کہ نماز کا جو حق ہے اور اپنے اکابر اس کے مطابق پڑھ کر دکھا گئے ہیں حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے اس کی توفیق عطا فرمائیں اور عمر بھر میں کم از کم ایک ہی نماز ایسی ہو جائے جو پیش کرنے کا قابل ہو۔ اخیر میں اس امر پر تنبیہ بھی ضروری ہے کہ حضرات محدثین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسّع ہے اور معمولی ضعف قابل تسامح۔ باقی صوفیۂ کرام رحمہم اللہ کے واقعات تو تاریخی حیثیت رکھتے ہی ہیں اور ظاہر ہے کہ تاریخ کا درجہ حدیث کے درجہ سے کہیں کم ہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ، رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ط رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ، رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ، وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ . وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهِمْ وَحَمَلَةِ الدِّيْنِ الْمَتِيْنِ، بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

محمد زکریا عفی عنہ کاندھلوی

شب دوشنبہ ۷ محرم ۱۳۵۸ھ

فضائلِ ذکر

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس اللہ سرہ

مکتبۃ البشریٰ
للطباعۃ والنشر
کراچی - پاکستان

تمہید

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ، وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ حَمَلَةِ الدِّیْنِ الْقَوِیْمِ.

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ عَمَّ نَوَالُہٗ کے پاک نام میں جو برکت، لذت، حلاوت، سرور، طُمانینت ہے وہ کسی ایسے شخص سے مخفی نہیں جو کچھ دن اس پاک نام کی رٹ لگا چکا ہو اور ایک زمانہ تک اس کو حرزِ جان بنا چکا ہو۔ یہ پاک نام دلوں کا سرور اور طمانیت کا باعث ہے۔ خود حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے "اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" ٥ (الرعد:۲۸) ترجمہ: ''خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر (میں یہ خاصیّت ہے کہ اس) سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے''۔ آج کل عام طور سے عالم میں پریشانی ہے۔ روزانہ ڈاک میں اکثر و بیشتر مختلف نوع سے پریشانیوں ہی کا تذکرہ اور تفکُّرات ہی کی داستان ہوتی ہے۔

اس رسالہ کا مقصد یہی ہے کہ جو لوگ پریشان حال ہیں خواہ انفرادی طور پر یا اجتماعی طریقہ سے ان کو اپنے درد کی دوا معلوم ہو جائے اور اللہ کے ذکر کے فضائل کی عام اشاعت سے سعید و مبارک ہستیاں بہرہ مند ہو جائیں۔ کیا بعید ہے کہ اس رسالہ کے دیکھنے سے کسی کو اخلاص سے اس پاک نام کے لینے کی توفیق ہو جائے اور یہ مجھ ناکارہ و بے عمل کے لئے بھی ایسے وقت میں کام آ جائے جس وقت صرف عمل ہی کام آتا ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ بلا عمل بھی اپنے فضل سے کسی کی دستگیری فرمالیں یہ دوسری بات ہے۔ اس کے علاوہ اس وقت ایک خاص محرک یہ بھی پیش آیا کہ حق تعالیٰ شانہٗ عَمَّ نَوَالُہٗ نے اپنے لطف و احسان سے میرے عم محترم حضرت مولانا الحافظ الحاج محمد الیاس صاحب کاندھلوی مقیم نظام الدین دہلی کو تبلیغ میں ایک خاص ملکہ اور جذبہ عطا فرمایا ہے جس کی وہ سرگرمیاں جو ہند سے مُتجاوز ہو کر حجاز تک بھی پہنچ گئی ہیں کسی تعارف کی محتاج نہیں رہیں۔ اس کے ثمرات سے ہند و بیرونِ ہند عموماً اور خطۂ میوات خصوصاً جس قدر مُتمتّع اور مُنتفع ہوا اور ہو رہا ہے وہ واقفین سے مخفی نہیں۔ ان کے اصولِ تبلیغ سب ہی نہایت پختہ، مضبوط اور ٹھوس ہیں اور جن کے لئے عادۃً ثمرات و

برکات لازم ہیں۔ان کے اہم ترین اصول میں سے یہ بھی ہے کہ مبلّغین ذکر کا اہتمام رکھیں اور بالخصوص تبلیغی اوقات میں ذکرِ الٰہی کی کثرت کی جائے۔اس ضابطہ کی برکات آنکھوں سے دیکھیں، کانوں سے سنیں جس کی وجہ سے اس کی ضرورت خود بھی محسوس ہوئی اور آن مخدوم کا بھی ارشاد ہوا کہ فضائلِ ذکر کو ان لوگوں تک پہنچایا جائے تا کہ جو لوگ محض تعمیلِ ارشاد میں اب تک اس کا اہتمام کرتے ہیں، وہ اس کے فضائل معلوم ہونے کے بعد خود اپنے شوق سے بھی اس کا اہتمام کریں کہ اللہ کا ذکر بڑی دولت ہے۔اس کے فضائل کا اِحاطہ نہ تو مجھ جیسے بے بِضاعت کے امکان میں ہے اور نہ واقع میں ممکن ہے اس لئے مختصر طور پر اس رسالہ میں چند روایات ذکر کرتا ہوں اور اس کو تین بابوں پر منقسم کرتا ہوں۔

باب اوّل: مطلق ذکر کے فضائل میں۔

باب دوم: افضل الذکر کلمۂ طیّبہ کے بیان میں۔

باب سوم: کلمۂ سوئم یعنی تسبیحاتِ فاطمہ رَضِیَ اللہُ عَنہَا کے بیان میں۔

اوّل باب

فضائلِ ذِکر

اللہ تعالیٰ شانہٗ کے پاک ذِکر میں اگر کوئی آیت یا حدیثِ نبوی نہ بھی وارد ہوتی تب بھی اس مُنعمِ حقیقی کا ذِکر ایسا تھا کہ بندہ کو کسی آن بھی اس سے غافل نہ ہونا چاہئے تھا کہ اس ذات پاک کے اِنعام واحسان ہر آن اتنے کثیر ہیں جن کی نہ کوئی انتہا ہے نہ مثال۔ ایسے منعم کا ذکر، اس کی یاد، اس کا شکر، اس کی اِحسان مندی فطری چیز ہے۔

خداوندِ عالَم کے قربان میں   کرم جس کے لاکھوں ہیں ہر آن میں

لیکن اس کے ساتھ جب قرآن وحدیث اور بزرگوں کے اقوال واحوال اس پاک ذکر کی ترغیب وتحریص سے بھرے ہوئے ہیں تو پھر کیا پوچھنا ہے اس پاک ذکر کی بَرَکات کا، اور کیا ٹھکانہ ہے اس کے انوار کا۔ تاہم اول چند آیات پھر چند احادیث اس مبارک ذکر کے متعلق پیش کرتا ہوں۔

فصلِ اوّل آیاتِ ذکر میں

(۱) فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ ؈ (البقرة:۱۵۲)

پس تم میری یاد کرو (میرا ذکر کرو) میں تمھیں یادرکھونگا اور میرا شکرادا کرتے رہو، اور ناشکری نہ کرو۔

(۲) فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ؈ (البقرة:۱۹۸)

پھر جب تم (حج کے موقعہ میں) عرفات سے واپس آ جاؤ تو مزدلفہ میں (ٹھہر کر) اللہ کو یاد کرو اور اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے۔ درحقیقت تم اس سے پہلے محض ناواقف تھے۔

(۳) فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا

پھر جب تم حج کے اعمال پورے کر چکو تو

اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَ كُمْ اَوْاَشَدَّ ذِكْرًاط فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَالَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ o وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ o اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ o (البقرة: ۲۰۰، ۲۰۲)

اللہ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آباء (واجداد) کا ذکر کیا کرتے ہو (کہ ان کی تعریفوں میں رَطبُ اللِّسان ہوتے ہو) بلکہ اللہ کا ذکر اس سے بھی بڑھ کر ہونا چاہئے۔ پھر (جو لوگ اللہ کو یاد بھی کر لیتے ہیں اُن میں سے) بعض تو ایسے ہیں (جو اپنی دعاؤں میں) یوں کہتے ہیں: اے پروردِگار! ہمیں تو دنیا ہی میں دے دے (سو ان کو تو جو ملنا ہوگا دنیا ہی میں مل جائے گا) اور ان کے لئے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں اور بعض آدمی یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردِگار! ہم کو دنیا میں بھی بہتری عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا کر اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔ سو یہی ہیں جن کو ان کے عمل کی وجہ سے (دونوں جہاں میں) حصّہ ملے گا اور اللہ جلد ہی حساب لینے والے ہیں۔

ف: حدیث میں آیا ہے کہ تین شخصوں کی دعا رد نہیں کی جاتی (بلکہ ضرور قبول ہوتی ہے): ایک وہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو، دوسرے مظلوم، تیسرے وہ بادشاہ جو ظلم نہ کرتا ہو[1]

(۴) وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍط (البقرة: ۲۰۳)

اور (حج کے زمانہ میں منیٰ میں بھی ٹھہر کر) کئی روز تک اللہ کو یاد کیا کرو (اس کا ذکر کیا کرو)۔

(۵) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ o (آلِ عمران: ۴۱)

اور کثرت سے اپنے رب کو یاد کیا کیجئے اور صبح و شام تسبیح کیا کیجئے۔

(۶) اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا

(پہلے سے عقلمندوں کا ذکر ہے) وہ ایسے

---

[1] الجامع الصغیر

وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (آلِ عمران:۱۹۱)

لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے ہوئے بھی، اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں (اور غور کے بعد یہ کہتے ہیں) کہ اے ہمارے رب! آپ نے یہ سب بیکار تو پیدا کیا نہیں۔ ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں، آپ ہم کو عذابِ جہنّم سے بچا لیجئے۔

(۷) فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ (النساء:۱۰۳)

جب تم نماز (خوف جس کا پہلے سے ذکر ہے) پوری کر چکو تو اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاؤ کھڑے بھی بیٹھے بھی اور لیٹے بھی (کسی حال میں بھی اس کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل نہ ہو)۔

(۸) وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ (النساء:۱۴۲)

(منافقوں کی حالت کا بیان ہے) اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں۔ صرف لوگوں کو اپنا نمازی ہونا دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر یوں ہی تھوڑا سا۔

(۹) اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ○ (المائدة:۹۱)

شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تم میں آپس میں عداوت اور بُغض پیدا کر دے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔ بتاؤ! اب بھی (ان بری چیزوں سے) باز آجاؤ گے۔

(۱۰) وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۚ (الانعام:۵۲)

اور ان لوگوں کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے جو صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں، جس سے خاص اس کی رضا کا ارادہ کرتے ہیں۔

(۱۱) وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ○ (الأعراف: ۲۹)

اور پکارا کرو اس کو (یعنی اللہ کو) خالص کرتے ہوئے اس کے لئے دین کو۔

(۱۲) اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (الأعراف: ۵۵، ۵۶)

تم لوگ پکارتے رہو اپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور چپکے چپکے (بھی) بیشک حق تعالیٰ شانہٗ حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں اور دنیا میں بعد اس کے کہ اس کی اصلاح کردی گئی فساد نہ پھیلاؤ، اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ کو پکارا کرو خوف کیساتھ (عذاب سے) اور طمع کے ساتھ (رحمت میں) بیشک اللہ کی رحمت اچھے کام کرنیوالوں کے بہت قریب ہے۔

(۱۳) وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الأعراف: ۱۸۰)

اللہ ہی کے واسطے ہیں اچھے اچھے نام، پس ان کے ساتھ اللہ کو پکارا کرو۔

(۱۴) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ○ (الأعراف: ۲۰۵)

اور اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں اور ذرا دھیمی آواز سے بھی اس حالت میں کہ عاجزی بھی ہو اور اللہ کا خوف بھی ہو، (ہمیشہ) صبح کو بھی اور شام کو بھی اور غافلین میں سے نہ ہو۔

(۱۵) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ (الأنفال: ۲)

ایمان والے تو وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو (اس کی بڑائی کے تصور سے) ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے اللہ پر توکل کرتے ہیں (آگے ان کی نماز وغیرہ کے ذکر کے بعد ارشاد ہے "یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے بڑے بڑے درجے ہیں، ان کے رب کے پاس، اور مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے"۔)

(۱۶) وَيَهْدِیْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ (الرعد:۲۷، ۲۸)

اور جو شخص اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کو ہدایت فرماتے ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر (میں ایسی خاصیت ہے کہ اس) سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔

(۱۷) قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۝ (الاسراء: ۱۱۰)

آپ فرما دیجئے کہ خواہ "اللہ" کہہ کر پکارو یا "رحمٰن" کہہ کر پکارو، جس نام سے بھی پکارو گے (وہی بہتر ہے) کیونکہ اس کے لئے بہت اچھے اچھے نام ہیں۔

(۱۸) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ ۝ (الکہف: ۲۴، وفی مسائل السلوک فیہ مطلوبیۃ الذکر الظاہر)

اور جب آپ بھول جاویں تو اپنے رب کا ذکر کر لیا کیجئے۔

(۱۹) وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ (الکہف: ۲۸)

آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ (بیٹھنے کا) پابند رکھا کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں محض اس کی رضا جوئی کے لئے اور محض دنیا کی رونق کے خیال سے آپ کی نظر (یعنی توجہ) ان سے ہٹنے نہ پاوے (رونق سے یہ مراد ہے کہ رئیس مسلمان ہو جائیں تو اسلام کو فروغ ہو) اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی خواہشات کا تابع ہے اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے۔

(۲۰) وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَىِٕذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ

اور ہم دوزخ کو اس روز (یعنی قیامت

عَرْضًا ۞ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ ۞ (الكهف: ۱۰۰، ۱۰۱)

کے دن) کافروں کے سامنے پیش کر دیں گے جن کی آنکھوں پر ہماری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا۔

(۲۱) ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۞ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۞ (مريم: ۲، ۳)

یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی مہربانی فرمانے کا اپنے بندے زکریا علیہ السلام پر جب کہ انہوں نے اپنے پروردگار کو چپکے سے پکارا۔

(۲۲) وَاَدْعُوْا رَبِّيْ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ۞ (مريم: ۴۸)

اور پکارتا ہوں میں اپنے رب کو، (قطعی) امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہ رہوں گا۔

(۲۳) اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۞ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى ۞ (طه: ۱۴، ۱۵)

بیشک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم (اے موسیٰ) میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کے لئے نماز پڑھا کرو، بلاشبہ قیامت آنے والی ہے۔ میں اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جائے۔

(۲۴) وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۞ (طه: ۴۲)

(حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو ارشاد ہے) اور میری یاد میں سستی نہ کرو۔

(۲۵) وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ. (الأنبياء: ۷۶)

اور نوح (علیہ السلام کا تذکرہ ان سے کیجئے) جبکہ پکارا انہوں نے اپنے رب کو (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے سے) پہلے۔

(۲۶) وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ

اور ایوب (علیہ السلام کا ذکر کیجئے) جبکہ انہوں

الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ (الأنبیاء:۸۳)

نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو بڑی تکلیف پہنچی اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔

(۲۷) وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (الأنبیاء:۸۷)

اور مچھلی والے (پیغمبر یعنی حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر کیجئے) جب وہ (اپنی قوم سے) خفا ہوکر چلے گئے اور یہ سمجھے کہ ہم ان پر داروگیر نہ کریں گے۔ پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ ہر عیب سے پاک ہیں، بیشک میں قصوروار ہوں۔

(۲۸) وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ (الأنبیاء: ۸۹)

اور زکریا (علیہ السلام کا ذکر کیجئے) جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ میرے رب مجھے لاوارث نہ چھوڑ (اور یوں تو) سب وارثوں سے بہتر (اور حقیقی وارث) آپ ہی ہیں۔

(۲۹) اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝ (الأنبیاء: ۹۰)

بیشک یہ سب (انبیاء علیہم السلام جن کا پہلے سے ذکر ہورہا ہے) نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور پکارتے تھے ہم کو (ثواب کی) رغبت اور (عذاب کا) خوف کرتے ہوئے اور تھے سب کے سب ہمارے لئے عاجزی کرنے والے۔

(۳۰) وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (الحج: ۳۴،۳۵)

اور آپ (جنّت وغیرہ کی) خوشخبری سنادیجئے ایسے خشوع کرنے والوں کو جن کا یہ حال ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔

(۳۱) اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِىْ

(قیامت میں کفار سے گفتگو کے ذیل میں کہا

يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ○ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّى أَنْسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضْحَكُونَ ○ إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ ○ (المؤمنون: ۱۱۰،۱۱۱)

جائے گا کیا تم کو یاد نہیں) میرے بندوں کا ایک گروہ تھا (جو بیچارے ہم سے) یوں کہا کرتے تھے: اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے، سو ہم کو بخش دیجئے اور ہم پر رحمت فرمائیے، آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔ پس تم نے ان کا مذاق اڑایا حتیٰ کہ اس مشغلہ نے تم کو ہماری یاد بھی بھلا دی اور تم ان سے ہنسی کیا کرتے تھے۔ میں نے آج ان کو ان کے صبر کا بدلہ دیدیا کہ وہی کامیاب ہوئے۔

(۳۲) رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ . (النور: ۳۷)

(کامل ایمان والوں کی تعریف کے ذیل میں ہے) وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو اللہ کے ذکر سے نہ خرید غفلت میں ڈالتی ہے نہ فروخت۔

(۳۳) وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ (العنكبوت: ۴۵)

اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔

(۳۴) تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ○ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ (السجدة: ۱۶،۱۷)

(في الدر عن الضحاك: "هُمْ قَوْمٌ لَا يَزَالُونَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ" وروى نحوه عن ابن عباس رضي الله عنه)

ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیحدہ رہتے ہیں اس طرح پر کہ عذاب کے ڈر سے اور رحمت کی امید سے وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کسی کو بھی خبر نہیں کہ ایسے لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان خزانۂ غیب میں محفوظ ہے جو بدلہ ہے ان کے اعمال کا۔

ف: ایک حدیث میں آیا ہے کہ بندہ اخیر شب میں اللہ کے یہاں بہت مُقَرَّب ہوتا ہے، اگر تجھ سے ہو سکے تو اس وقت اللہ کا ذکر کیا کر۔[1]

[1] جامع الصغیر

(۳۵) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ○ (الأحزاب:۲۱)

بے شک تم لوگوں کے لئے رسول اللہ کا نمونہ موجود تھا، یعنی ہر اس شخص کے لئے جو اللہ سے اور آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو (کہ جب حضور ﷺ لڑائی میں شریک ہوئے اور جہاد کیا تو اس کے لئے کیا مانع ہوسکتا ہے)۔

(۳۶) وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○ (الأحزاب:۳۵)

(پہلے سے مؤمنوں کی صفات کا بیان ہے، اس کے بعد ارشاد ہے) اور بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

(۳۷) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ○ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا. (الأحزاب: ۴۲)

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو اور صبح شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

(۳۸) وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ○ (الصّٰفّٰت:۷۵)

اور پکارا تھا ہم کو نوح علیہ السلام نے، پس ہم خوب فریاد سننے والے ہیں۔

(۳۹) فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (الزمر:۲۲)

پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

(۴۰) اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ

اللہ جل جلالہٗ نے بڑا عمدہ کلام (یعنی قرآن) نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے، بار بار دہرائی گئی جس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے بدن اور

مَنْ يَّشَآءُ (الزمر: ٢٣) دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے، جس کو چاہتا ہے اس کے ذریعہ سے ہدایت فرما دیتا ہے۔

(۴۱) فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ۝ (المؤمن: ١٤)

پس پکارو اللہ کو خالص کرتے ہوئے اس کے لئے دین کو، گو کافروں کو ناگوار ہو۔

(۴۲) هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (المؤمن: ٦٥)

وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہیں۔ پس تم خالص اعتقاد کر کے اس کو پکارا کرو۔

(۴۳) وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ (الزخرف: ٣٦)

جو شخص رحمان کے ذکر سے (جان بوجھ کر) اندھا ہو جائے ہم اس پر ایک شیطان مسلّط کر دیتے ہیں، پس وہ (ہر وقت) اس کے ساتھ رہتا ہے۔

(۴۴) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ز سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ ج وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ج كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ط وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الفتح: ٢٩)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان، اور اے مخاطب! تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں اور کبھی سجدہ اور اللہ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں (اور خشوع و خضوع کے) آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ان کے اوصاف توراۃ میں ہیں اور انجیل میں، جیسا کھیتی کہ اس نے اول اپنی سوئی نکالی پھر اس کو قوی کیا، پھر وہ کھیتی اور

موٹی ہوئی، پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی (اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم میں اول ضعف تھا، پھر روزانہ قوت بڑھتی گئی اور اللہ نے یہ نشو ونما اس لئے دیا) تا کہ ان سے کافروں کو جلائے۔ اللہ نے تو ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کر رہے ہیں بخشش اور اجرِ عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

ف: آیتِ شریفہ میں گو ظاہر طور پر رکوع وسجود اور نماز کی فضیلت زیادہ تر مقصود ہے اور وہ تو ظاہر ہے، لیکن کلمہ طیّبہ کے دوسرے جز مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی فضیلت بھی اس سے ظاہر ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اوپر سے صلح حدیبیہ میں کفار کے انکار پر اور اس بات کے اصرار کرنے پر کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہ لکھو، محمد بن عبد اللہ لکھو۔ حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ اللہ خود گواہ ہیں اس بات پر کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جب بھیجنے والا خود اقرار کرے کہ فلاں شخص میرا قاصد ہے تو لاکھ کوئی انکار کرے اس کے انکار سے کیا ہوتا ہے؟ اسی گواہی کے اقرار کے لئے اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد آیت شریفہ میں اور بھی کئی اہم مضامین ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ چہرہ کے آثار نمایاں ہونے کی فضیلت ہے۔ اس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں: ایک یہ بھی ہے کہ شب بیداروں کے چہروں پر جو انوار وبرکات ظاہر ہوتے ہیں وہ مراد ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ محقق امر ہے کہ رات کو دو شخص جاگیں: ایک لہو ولعب میں مشغول رہے، دوسرا نماز، قرآن اور علم کے سیکھنے میں مشغول رہے، دوسرے دن دونوں کے چہرے کے نور میں کھلا ہوا فرق ہوگا۔ جو شخص لہو ولعب میں مشغول ہے وہ اس جیسا ہو ہی نہیں سکتا جو ذکر وشکر میں رات بھر لگا رہے۔ تیسری اہم بات یہ ہے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور علماء کی ایک جماعت نے اس آیت سے ان لوگوں کے کفر پر استدلال کیا ہے جو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالیاں دیتے ہیں، برا کہتے ہیں، ان سے بغض رکھتے ہیں۔[1]

(۴۵) اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ　کیا ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں

[1] ابن کثیر

قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ○ (الحديد:١٦)

آیا کہ ان کے دل خدا کی یاد کے واسطے جھک جائیں۔

(۴۶) اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (المجادلة:١٩)

(پہلے سے منافقوں کا ذکر ہے) ان پر شیطان کا تسلّط ہو گیا، پس اس نے ان کو ذکر اللہ سے غافل کر دیا، یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ خوب سمجھ لو یہ بات محقق ہے کہ شیطان کا گروہ خسارہ والا ہے۔

(۴۷) فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (الجمعة:١٠)

پھر جب (جمعہ کی) نماز پوری ہو چکے تو (تم کو اجازت ہے کہ) تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو (یعنی دنیا کے کاموں میں مشغول ہونے کی اجازت ہے لیکن اس میں بھی) اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تا کہ تم فلاح کو پہنچ جاؤ۔

(۴۸) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (المنافقون:٩)

اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے، اس کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ والے ہیں۔ (کیونکہ یہ چیزیں تو دنیا ہی میں ختم ہو جانے والی ہیں اور اللہ کی یاد آخرت میں کام دینے والی ہے)۔

(۴۹) وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ○ (القلم:٥١)

یہ کافر لوگ جب ذکر (قرآن) سنتے ہیں (تو شدتِ عداوت سے) ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے اور کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ تو مجنون ہیں۔

ف: نگاہ سے پھسلا کر گرا دینا کِنایہ ہے دشمنی کی زیادتی سے جیسا کہ ہمارے یہاں بولتے ہیں "ایسا دیکھ رہا ہے کہ کھا جائے گا" حَسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس کو نظر لگ گئی ہو اس پر اس آیتِ شریفہ کو پڑھ کر دم کرنا مفید ہے۔ (جمل)

(۵۰) وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًاo (الجن: ۱۷)

اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی اور اِعراض کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔

(۵۱) وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًاo قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًاo (الجن: ۱۹، ۲۰)

جب خدا کا خاص بندہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کو پکارنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو یہ کافر لوگ اس بندہ پر بھیڑ لگانے کو ہو جاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردِگار ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

(۵۲) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًاo (المزمل: ۸)

اور آپ اپنے رب کا نام لیتے رہیں اور سب سے تعلّقات منقطع کر کے اسی کی طرف متوجّہ رہیں۔

(منقطع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے تعلّق کے مقابلہ میں سب مغلوب ہوں)۔

(۵۳) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًاo وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًاo اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًاo (الدھر: ۲۵، ۲۶، ۲۷)

اور اپنے رب کا صبح اور شام نام لیتے رہا کیجئے اور کسی قدر رات کے حصّہ میں بھی اس کو سجدہ کیا کیجئے اور رات کے بڑے حصّہ میں اس کی تسبیح کیا کیجئے (مراد اس سے تہجّد کی نماز ہے)، یہ لوگ (جو آپ کے مخالف ہیں) دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے (آنے والے) ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

(۵۴) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰىo

بیشک بامراد ہو گیا وہ شخص جو (برے اخلاق

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلّٰى ○ (الاعلٰی: ۱۴، ۱۵)

سے) پاک ہوگیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

فصلِ ثانی احادیثِ ذکر میں

جب کہ اس مضمون میں قرآن پاک کی آیات اس کثرت سے موجود ہیں تو احادیث کا کیا پوچھنا کیونکہ قرآن شریف کے کل تیس پارے ہیں اور حدیث شریف کی لاتعداد کتابیں ہیں اور ہر کتاب میں بے شمار حدیثیں ہیں۔ ایک بخاری شریف ہی کے بڑے بڑے تیس ۳۰ پارے ہیں اور ابوداؤد شریف کے بتیس ۳۲ پارے ہیں اور کوئی کتاب بھی ایسی نہیں کہ اس مبارک ذِکر سے خالی ہو۔ اس لئے احادیث کا احاطہ تو کون کرسکتا ہے؟ نمونہ اور عمل کے واسطے ایک آیت اور ایک حدیث بھی کافی ہے اور جس کو عمل ہی نہیں کرنا اس کے لئے دفتر کے دفتر بھی بیکار ہیں۔ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا۔

(۱) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِىْ بِىْ، وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِىْ، فَاِنْ ذَكَرَنِىْ فِىْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِىْ نَفْسِىْ، وَاِنْ ذَكَرَنِىْ فِىْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهٗ فِىْ مَلَاءٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ، وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَىَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَىَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا، وَاِنْ اَتَانِىْ يَمْشِىْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً.

(رواه احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی و ابن ماجة والبیهقی فی الشعب وأخرج أحمد والبیهقی فی الأسماء والصفات عن أنس بمعناه بلفظ

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بے گناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں

اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

"يَا ابنَ آدمَ إذَا ذَكَرْتَنِيْ فِيْ نَفْسِكَ" الحديث. وفي الباب عن معاذ بن أنس عند الطبراني بإسناد حسن وعن ابن عباس عند البزار باسناد صحيح و البيهقي وغيرهما، وعن أبي هريرة عند ابن ماجة وابن حبان وغيرهما بلفظ "أنا مع عبدي اذا ذكرني وتحركت بي شفتاه" كما في الدر المنثور والترغيب للمنذري والمشكوة مختصرًا، وفيه برواية مسلم عن أبي ذر بمعناه، وفي الاتحاف علقه البخاري عن أبي هريرة بصيغة الجزم، ورواه ابن حبان من حديث أبي الدرداء اه)

ف: اس حدیث شریف میں کئی مضمون وارد ہیں: اول یہ کہ بندہ کے ساتھ اس کے گمان کے موافق معاملہ کرتا ہوں، جس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے اس کے لطف وکرم کی امید رکھنا چاہئے، اس کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہئے۔ یقیناً ہم لوگ گنہگار ہیں اور سراپا گناہ، اور اپنی حرکتوں اور گناہوں کی سزا اور بدلہ کا یقین ہے، لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ ہونا چاہئے۔ کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف وکرم سے بالکل ہی معاف فرمادیں کہ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ" (النساء:۱۱٦) کلام اللہ شریف میں وارد ہے (ترجمہ) حق تعالیٰ شانہٗ شرک کے گناہ کو تو معاف نہیں فرمائیں گے، اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے سب کچھ معاف فرمائیں گے، لیکن ضروری نہیں کہ معاف ہی فرمادیں۔ اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ ایمان اُمید اور خوف کے درمیان ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ ایک نوجوان صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے، وہ نزع کی حالت میں تھے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے دریافت فرمایا: کس حال میں ہو؟ عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ کی رحمت کا امیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں۔ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ یہ دونوں یعنی امید وخوف جس بندہ کے دل میں ایسی حالت میں ہوں تو اللہ جَلَّ شَانُہٗ جو امید ہے وہ عطا فرمادیتے ہیں اور جس کا خوف ہے اس سے امن عطا فرمادیتے ہیں۔[1]

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مومن اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا ایک پہاڑ کے نیچے

[1] جمع الفوائد

بیٹھا ہے اور وہ پہاڑ اس پر گرنے لگا اور فاجر شخص گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ایک مکھی بیٹھی تھی اڑادی، یعنی ذرا پرواہ نہیں ہوتی، مقصود یہ ہے کہ گناہ کا خوف اس کے مناسب ہونا چاہئے اور رحمت کی امید اس کے مناسب۔

حضرت مُعاذ رضی اللہ عنہ طاعون میں شہید ہوئے، انتقال کے قریب زمانہ میں بار بار غشی ہوتی تھی، جب افاقہ ہوتا تو فرماتے: یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ مجھ کو تجھ سے محبت ہے، تیری عزت کی قسم! تجھے یہ بات معلوم ہے۔ جب بالکل موت کا وقت قریب آ گیا تو فرمایا کہ اے موت! تیرا آنا مبارک ہے۔ کیا ہی مبارک مہمان آیا، مگر فاقہ کی حالت میں یہ مہمان آیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا: اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں ہمیشہ تجھ سے ڈرتا رہا اور آج تیرا امیدوار ہوں۔ یا اللہ! مجھے زندگی کی محبت تھی، مگر نہریں کھودنے اور باغ لگانے کے واسطے نہیں تھی بلکہ گرمیوں کی شدتِ پیاس برداشت کرنے اور (دین کی خاطر) مشقتیں جھیلنے کے واسطے اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس جم کر بیٹھنے کے واسطے تھی۔[1]

بعض علماء نے لکھا ہے: حدیثِ بالا میں گمان کے موافق معاملہ عام حالات کے اعتبار سے ہے، خاص مغفرت کے متعلق نہیں۔ دعا، صحت، وسعت، امن وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں مثلاً دعا کے ہی متعلق سمجھو، مطلب یہ ہے: اگر بندہ یہ یقین کرتا ہے کہ میری دعا قبول ہوتی ہے اور ضرور ہوگی تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور اگر یہ گمان کرے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی تو ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ دوسری احادیث میں آیا ہے کہ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک یہ نہ کہنے لگے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح صحت، تونگری وغیرہ سب امور کا حال ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو فاقہ کی نوبت آئے اگر اس کو لوگوں سے کہتا پھرے تو تونگری نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ کی پاک بارگاہ میں عرض معروض کرے تو جلد یہ حالت دور ہو جائے، لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ حُسنِ ظن اور چیز ہے اور اللہ پر گھمنڈ دوسری چیز ہے۔ کلام اللہ شریف میں مختلف عنوانات سے اس پر تنبیہ کی گئی۔ ارشاد ہے: "وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝" (لقمان:۳۳) (اور نہ دھوکہ میں

[1] تہذیب اللغات

ڈالے تم کو دھوکہ باز) یعنی شیطان تم کو یہ نہ سمجھائے کہ گناہ کئے جاؤ، اللہ غفورٌ رّحیم ہے۔
دوسری جگہ ارشاد ہے: "اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَھْدًا ۝ کَلَّا" (مریم: ۷۸)
(کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا یا اللہ تعالیٰ سے اس نے عہد کر لیا ہے، ایسا ہرگز نہیں)۔

دوسرا مضمون یہ ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو جب تک اس کے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے رہتے ہیں میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، یعنی میری خاص توجہ اس پر رہتی ہے، اور خصوصی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ تیسرا مضمون یہ ہے کہ میں فرشتوں کے مجمع میں ذکر کرتا ہوں، یعنی تفاخر کے طور پر ان کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ آدمی کی خِلقت جس ترکیب سے ہوئی ہے اس کے موافق اس میں اِطاعت اور معصیت دونوں کا مادہ رکھا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں آ رہا ہے۔ اس حالت میں طاعت کا کرنا یقیناً تفاخر کا سبب ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ فرشتوں نے ابتدائے خلقت کے وقت عرض کیا تھا: "آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں خونریزی اور فساد کرے گی۔" اور اس کی وجہ بھی وہی مادہ فساد کا ان میں ہونا ہے، بخلاف فرشتوں کے کہ ان میں یہ مادہ نہیں۔ اس لئے انہوں نے عرض کیا تھا کہ تیری تسبیح و تقدیس ہم کرتے ہی ہیں۔ تیسرے اس وجہ سے کہ انسان کی اطاعت، اس کی عبادت، فرشتوں کی عبادت سے اس وجہ سے بھی افضل ہے کہ انسان کی عبادت غیب کے ساتھ ہے اور فرشتوں کی عالمِ آخرت کے مشاہدہ کے ساتھ۔ اسی کی طرف اللہ پاک کے اس کلام میں اشارہ ہے کہ اگر وہ جنّت و دوزخ کو دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ ان وجوہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اپنے یاد کرنے والوں اور اپنی عبادت کرنے والوں کے کارنامے جتاتے ہیں۔

چوتھا مضمون حدیث میں یہ ہے کہ بندہ جس درجہ میں حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس سے زیادہ توجہ اور لطف اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی طرف سے اس بندہ پر ہوتا ہے۔ یہی مطلب ہے قریب ہونے اور دوڑ کر چلنے کا کہ میرا لطف اور میری رحمت تیزی کے ساتھ اس کی طرف چلتی ہے۔ اب ہر شخص کو اپنا اختیار ہے کہ جس قدر رحمت و لطفِ الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اتنی ہی اپنی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھائے۔ پانچویں بحث اس حدیث شریف میں یہ

ہے کہ اس میں فرشتوں کی جماعت کو بہتر بتایا ہے ذکر کرنے والے شخص سے، حالانکہ یہ مشہور امر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اس کی ایک وجہ تو ترجمہ میں ظاہر کر دی گئی کہ ان کا بہتر ہونا ایک خاص حیثیت سے ہے کہ وہ معصوم ہیں، ان سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باعتبار اکثر افراد کے ہے کہ اکثر افراد فرشتوں کے اکثر آدمیوں بلکہ اکثر مؤمنوں سے افضل ہیں، گو خاص مؤمن جیسے انبیاء علیہم السلام سارے ہی فرشتوں سے افضل ہیں، اس کے علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن میں بحث طویل ہے۔

(۲) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ، فَاَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ، قَالَ: لَايَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ. (اخرجه ابن ابى شيبة واحمد والترمذى وحسنه وابن ماجة وابن حبان فى صحيحه

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! احکام تو شریعت کے بہت سے ہیں ہی، مجھے ایک چیز کوئی ایسی بتا دیجئے جس کو میں اپنا دستور اور اپنا مشغلہ بنا لوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت رَطْبُ اللِّسان رہے۔

والحاكم وصححه والبيهقى كذا فى الدر وفى المشكوة برواية الترمذى وابن ماجة وحكى عن الترمذى حسن غريب. قلت: وصححه الحاكم وأقره عليه الذهبى، وفى الجامع الصغير برواية أبى نعيم فى الحليه مختصرًا بلفظ "اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْيَا وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ" ورقم له بالضعف وبمعناه عن مالك بن يخامر اَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَالَ لَهُمْ: اِنَّ آخِرَ كَلَامٍ فَارَقْتُ عَلَيْهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ قُلْتُ: اَيُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ؟ قال: "ان تموت ولسانك رطب من ذكر الله" أخرجه ابن أبى الدنيا والبزار وابن حبان والطبرانى و البيهقى، كذا فى الدر والحصن الحصين والترغيب للمنذرى وذكره فى الجامع الصغير مختصرًا وعزاه إلى ابن حبان فى صحيحه وابن السنى فى عمل اليوم والليلة والطبرانى فى الكبير والبيهقى فى الشعب وفى مجمع الزوائد رواه الطبرانى بأسانيد)

ایک اور حدیث میں ہے: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جدائی کے وقت آخری گفتگو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی وہ یہ تھی "میں نے دریافت کیا کہ سب اعمال میں محبوب ترین عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس حال میں تیری موت آوے کہ اللہ کے ذکر میں رَطْبُ اللِّسان ہو۔"

ف: جدائی کے وقت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو

اہلِ یمن کی تبلیغ وتعلیم کے لئے یمن کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ اس رخصت کے وقت حضور ﷺ نے کچھ وصیتیں بھی فرمائی تھیں اور انھوں نے بھی کچھ سوالات کئے تھے۔ شریعت کے احکام بہت سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حکم کی بجا آوری تو ضروری ہے ہی، لیکن ہر چیز میں کمال پیدا کرنا اور اس کو مستقل مشغلہ بنانا دشوار ہے، اس لئے ان میں سے ایک چیز جو سب سے اہم ہو مجھے ایسی بتا دیجئے کہ اس کو مضبوط پکڑ لوں اور ہر وقت ہر جگہ، چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کرتا رہوں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو یہ مل جائیں اس کو دین و دنیا کی بھلائی مل جائے: ایک وہ زبان جو ذکر میں مشغول رہنے والی ہو، دوسرے وہ دل جو شکر میں مشغول رہتا ہو، تیسرے وہ بدن جو مشقت برداشت کرنے والا ہو، چوتھے وہ بیوی جو اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔ نفس میں خیانت یہ ہے کہ کسی قسم کی گندگی میں مبتلا ہو جائے۔

رطب اللّسان کا مطلب اکثر علماء نے کثرت کا لکھا ہے اور یہ عام محاورہ ہے۔ ہمارے عرف میں بھی جو شخص کسی کی تعریف یا تذکرہ کثرت سے کرتا ہے تو یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں کی تعریف میں رطب اللّسان ہے۔ مگر بندۂ ناچیز کے خیال میں ایک دوسرا مطلب بھی ہو سکتا ہے وہ یہ کہ جس سے عشق ومحبّت ہوتی ہے اس کا نام لینے سے منہ میں ایک لذت اور مزہ محسوس ہوا کرتا ہے۔ جن کو بابِ عشق سے کچھ سابقہ پڑ چکا ہے وہ اس سے واقف ہیں۔ اس بناپر مطلب یہ ہے کہ اس لذت سے اللہ کا پاک نام لیا جائے کہ مزہ آ جائے۔ میں نے اپنے بعض بزرگوں کو بکثرت دیکھا ہے کہ ذکر بالجہر کرتے ہوئے ایسی تراوٹ آ جاتی ہے کہ پاس بیٹھنے والا بھی اس کو محسوس کرتا ہے اور ایسا منہ میں پانی بھر جاتا ہے کہ ہر شخص اس کو محسوس کرتا ہے، مگر یہ جب حاصل ہوتا ہے کہ جب دل میں چسک ہو اور زبان کثرتِ ذکر کے ساتھ مانوس ہو چکی ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سے محبّت کی علامت اس کے ذکر سے محبّت ہے اور اللہ سے بغض کی علامت اس کے ذکر سے بغض ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبان اللہ کے ذکر سے تر وتازہ رہتی

ہے وہ جنّت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

(۳) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ ﷛ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ، وَاَزْکَاھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ، وَاَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ، وَ خَیْرٌ لَّکُمْ مِّنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَ الْوَرِقِ، وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِّنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ، فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ، قَالُوْا: بَلٰی! قَالَ: ذِکْرُ اللّٰہِ. (اخرجه احمد والترمذی و ابن ماجة وابن أبی الدنیا والحاکم وصححه والبیهقی، کذا فی الدر والحصن الحصین، قلت: قال الحاکم: صحیح الاسناد ولم یخرجاه، واقره علیه الذهبی

حضورِ اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ سے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنے والی اور سونے چاندی کو (اللہ کے راستہ) میں خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور (جہاد میں) تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں اس سے بھی بڑھی ہوئی؟ صحابہ ﷡ نے عرض کیا: ضرور بتادیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کا ذکر ہے۔

و رقم له فی الجامع الصغیر بالصحة، وأخرجه احمد عن معاذ بن جبل ﷛، کذا فی الدر وفیه ایضاً بروایة أحمد والترمذی والبیهقی عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ "سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَیُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ؟ قَالَ: الذّٰکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا، قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! وَمِنَ الْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ؟ قَالَ: لَوْ ضَرَبَ بِسَیْفِهٖ فِی الْکُفَّارِ وَالْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یَنْکَسِرَ وَیَخْتَضِبَ دَمًا، لَکَانَ الذّٰکِرُوْنَ اللّٰہَ اَفْضَلَ مِنْهُ دَرَجَةً".

ف: یہ عام حالت اور ہر وقت کے اعتبار سے ارشاد فرمایا، ورنہ وقتی ضرورت کے اعتبار سے صدقہ، جہاد وغیرہ امور سب سے افضل ہوجاتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں ان چیزوں کی افضلیت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کی ضرورتیں وقتی ہیں اور اللہ پاک کا ذکر دائمی چیز ہے اور سب سے زیادہ اہم اور افضل۔

ایک حدیث میں حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کے لئے کوئی صاف کرنے والی اور میل کچیل دور کرنے والی چیز ہوتی ہے (مثلاً کپڑے اور بدن کے لئے صابون، لوہے کے لئے آگ کی بھٹی وغیرہ وغیرہ) دلوں کی صفائی کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی اللہ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے، اس حدیث میں

چونکہ ذکر کو دل کی صفائی کا ذریعہ اور سبب بتایا ہے اس سے بھی اللہ کے ذکر کا سب سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ہر عبادت اسی وقت عبادت ہوسکتی ہے جب اخلاص سے ہو اور اس کا مدار دلوں کی صفائی پر ہے۔

اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ذکرِ قلبی ہے نہ کہ زبانی ذِکر، اور ذِکرِ قلبی یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ وابستہ ہوجائے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے۔ اس لئے کہ جب یہ حالت ہو جائے تو پھر کوئی عبادت چھوٹ ہی نہیں سکتی کہ سارے اعضاء ظاہرہ و باطنہ دل کے تابع ہیں۔ جس چیز کے ساتھ دل وابستہ ہوجاتا ہے سارے ہی اعضاء اس کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔ عشاق کے حالات سے کون بے خبر ہے۔ اور بھی بہت سی احادیث میں ذکر کا سب سے افضل ہونا وارد ہوا ہے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا۔ قرآنِ پاک میں ہے "وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ" کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے جس آیت شریفہ کی طرف اِشارہ فرمایا وہ اکیسویں[۲۱] پارے کی پہلی آیت ہے۔

صاحبِ مجالس الابرار کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اللہ کے ذکر کو صدقہ اور جہاد اور ساری عبادات سے اس لئے افضل فرمایا کہ اصل مقصود اللہ کا ذکر ہے اور ساری عبادتیں اس کا ذریعہ اور آلہ ہیں اور ذکر بھی دو قسم کا ہوتا ہے: ایک زبانی اور ایک قلبی جو زبان سے بھی افضل ہے اور وہ مراقبہ اور دل کی سوچ ہے اور یہی مراد ہے اس حدیث سے جس میں آیا ہے کہ ایک گھڑی کا سوچنا ستر برس کی عبادت سے افضل ہے۔ مسند احمد میں ہے: حضرت سہل رضی اللہ عنہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ حصہ زیادہ ہوجاتا ہے۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہوگیا کہ صدقہ اور جہاد وغیرہ جو وقتی چیزیں ہیں وقتی ضرورت کے اعتبار سے ان کی فضیلت بہت زیادہ ہوجاتی ہے، لہٰذا ان احادیث میں کوئی اشکال نہیں جن میں ان چیزوں کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ تھوڑی دیر کا اللہ کے راستہ میں کھڑا ہونا اپنے گھر پر ستر سال کی نماز سے

افضل ہے، حالانکہ نماز بالاتفاق افضل ترین عبادت ہے، لیکن کفار کے ہجوم کے وقت جہاد اس سے بہت زیادہ افضل ہوجاتا ہے۔

(۴) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَیَذْکُرَنَّ اللّٰهَ اَقْوَامٌ فِی الدُّنْیَا عَلَی الْفُرُشِ الْمُمَهَّدَةِ، یُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِی الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی.

(اخرجه ابن حبان، كذا في الدر، قلت: ويؤيده الحديث المتقدم قريبًا بلفظ "اَرْفَعُهَا فِیْ دَرَجَاتِكُمْ" وَاَيْضًا قَوْلُهُ ﷺ: سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ، قَالُوْا: وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ؟ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: الذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتِ. رواه مسلم كذا في الحصن. وفي رواية قال: "الْمُسْتَهْتَرُوْنَ فِيْ ذِكْرِ اللّٰهِ يَضَعُ الذِّكْرُ عَنْهُمْ اَثْقَالَهُمْ، فَيَأْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِفَافًا". رواه الترمذي والحاكم مختصرًا، وقال: صحيح على شرط الشيخين، وفي الجامع رواه الطبراني عن أبي الدرداء أيضًا)

حضورِ اقدس ﷺ کا اِرشاد ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ جنّت کے اعلیٰ درجوں میں ان کو پہنچادیتا ہے۔

ف: یعنی دنیا میں مشقتیں جھیلنا، صعوبتیں برداشت کرنا آخرت کے رفعِ درجات کا سبب ہے اور جتنی بھی دینی امور میں یہاں مشقت اٹھائی جائے گی اتنا ہی بلند مرتبوں کا استحقاق ہوگا، لیکن اللہ پاک کے مبارک ذکر کی یہ برکت ہے کہ راحت وآرام سے نرم بستروں پر بیٹھ کر بھی کیا جائے تب بھی رفعِ درجات کا سبب ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے کہ اگر تم ہر وقت ذکر میں مشغول رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کرنے لگیں۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ کا اِرشاد وارد ہوا ہے کہ مفرّدلوگ بہت آگے بڑھ گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ مُفرِّد کون ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشادفرمایا: جواللہ کے ذکر میں والہانہ طریقہ پر مشغول ہیں۔ اس حدیث کی بناپر صوفیہ نے لکھا ہے کہ سلاطین اورامراء کو اللہ کے ذکر سے نہ روکنا چاہئے کہ وہ اس کی وجہ سے درجاتِ اعلیٰ حاصل کرسکتے ہیں۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تو اللہ کے ذکر کواپنی مسرتوں اور خوشیوں کے اوقات میں کر، وہ تجھ کو مشقتوں اور تکلیفوں کے وقت کام دے گا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ راحت کے، خوشی کے، ثروت کے اوقات میں اللہ کا ذکر کرتا ہے

پھر اس کو کوئی مشقت اور تکلیف پہنچے تو فرشتے کہتے ہیں کہ مانوس آواز ہے جو ضعیف بندہ کی ہے۔ پھر اللہ کے یہاں اس کی سفارش کرتے ہیں۔ اور جو شخص راحت کے اوقات میں اللہ کو یاد نہ کرے، پھر کوئی تکلیف اس کو پہنچے اور اس وقت یاد کرے تو فرشتے کہتے ہیں: کیسی غیر مانوس آواز ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنّت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ایک ان میں سے صرف ذاکرین کے لئے ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کثرت سے کرے وہ نِفاق سے بری ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ اس سے محبّت فرماتے ہیں۔ ایک سفر سے واپسی ہو رہی تھی، ایک جگہ پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگے بڑھنے والے کہاں ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ بعض تیز رَو آگے چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں جو اللہ کے ذکر میں والہانہ مشغول ہیں جو شخص یہ چاہے کہ جنّت سے خوب سیراب ہو وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔

(۵) عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى رضي الله عنه قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ رَبَّهٗ، مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ. (أخرجه البخاري ومسلم والبيهقي، كذا في الدر والمشكوة)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا، ان دونوں کی مثال زندہ اور مردے کی سی ہے کہ ذِکر کرنے والا زندہ ہے اور ذِکر نہ کرنے والا مردہ ہے۔

ف: زندگی ہر شخص کو محبوب ہے اور مرنے سے ہر شخص ہی گھبراتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ زندہ بھی مردے ہی کے حکم میں ہے، اس کی زندگی بھی بیکار ہے۔

زندگانی نتواں گفت حیاتیکہ مراست زندہ آنست کہ بادوست وصالے دارد

ترجمہ: کہتے ہیں کہ وہ زندگی ہی نہیں ہے جو میری ہے۔ زندہ وہ ہے جس کو دوست کا وصال حاصل ہو۔

بعض علماء نے فرمایا ہے یہ دل کی حالت کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کا

دل زندہ رہتا ہے اور جو ذِکر نہیں کرتا اس کا دِل مرجاتا ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تشبیہ نفع اور نقصان کے اعتبار سے ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والے شخص کو جو ستائے وہ ایسا ہے جیسا کسی زندہ کو ستائے کہ اس سے انتقام لیا جائے گا اور وہ اپنے کئے کو بھگتے گا اور غیر ذاکر کو ستانے والا ایسا ہے جیسا مردہ کو ستانے والا کہ وہ خود انتقام نہیں لے سکتا۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ اس سے ہمیشہ کی زندگی مراد ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے اخلاص کے ساتھ کرنے والے مرتے ہی نہیں، بلکہ وہ اس دنیا سے منتقل ہو جانے کے بعد بھی زندوں ہی کے حکم میں رہتے ہیں جیسا کہ قرآنِ پاک میں شہید کے متعلق وارد ہوا ہے: "بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ" اسی طرح ان کے لئے بھی ایک خاص قسم کی زندگی ہے۔

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذِکر دل کو تر کرتا ہے اور نرمی پیدا کرتا ہے اور جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے تو نفس کی گرمی اور شہوت کی آگ سے خشک ہو کر سخت ہو جاتا ہے اور سارے اعضاء سخت ہو جاتے ہیں، طاعت سے رک جاتے ہیں۔ اگر ان اعضاء کو کھینچو تو ٹوٹ جائیں گے جیسے کہ خشک لکڑی کہ جھکانے سے نہیں جھکتی، صرف کاٹ کر جلا دینے کے کام کی رہ جاتی ہے۔

(٦) عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَوْ اَنَّ رَجُلًا فِىْ حِجْرِهٖ دَرَاهِمُ يَقْسِمُهَا وَ اٰخَرُ يَذْكُرُ اللّٰهَ لَكَانَ الذَّاكِرُ لِلّٰهِ اَفْضَلَ .

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ ان کو تقسیم کر رہا ہو، اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے۔

(أخرجه الطبراني، كذا في الدر، وفي مجمع الزوائد رواه الطبراني في الأوسط ورجاله وثقوا)

ف: یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا کتنی ہی بڑی چیز کیوں نہ ہو، لیکن اللہ کی یاد اس کے مقابلہ میں بھی افضل ہے۔ پھر کس قدر خوش نصیب ہیں وہ مالدار اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے جن کو اللہ کے ذکر کی بھی توفیق نصیب ہو جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بھی روزانہ بندوں پر صدقہ ہوتا رہتا ہے اور ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ عطا ہوتا رہتا ہے، لیکن کوئی عطا اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کو اللہ

کے ذکر کی توفیق نصیب ہو جائے۔ جو لوگ کاروبار میں مشغول رہتے ہیں، تجارت، زراعت، ملازمت میں گھرے رہتے ہیں اگر تھوڑا بہت وقت اللہ کی یاد کے لئے اپنے اوقات میں سے نکال لیں تو کیسی مفت کی کمائی ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے دو چار گھنٹے اس کام کے لئے نکال لینا کون سی مشکل بات ہے۔ آخر فضولیات، لَغْوِیات میں بہت سا وقت خرچ ہوتا ہے، اس کارآمد چیز کے واسطے وقت نکالنا کیا دشوار ہے۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا اِرشاد ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے واسطے چاند، سورج، ستارے اور سایہ کی تحقیق رکھتے ہیں، یعنی اوقات کی تحقیق کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں گھڑی گھنٹوں کی کثرت نے اس سے بے نیاز کر دیا، پھر بھی فی الجملہ واقفیت ان چیزوں کی مناسب ہے کہ گھڑی کے خراب اور غلط ہو جانے کی صورت میں اوقات ضائع نہ ہو جائیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ زمین کے جس حصّہ پر اللہ کا ذکر کیا جائے وہ حصّہ نیچے ساتوں زمینوں تک دوسرے حصوں پر فخر کرتا ہے۔

(۷) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَيْسَ يَتَحَسَّرُ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَّا عَلٰى سَاعَةٍ مَرَّتْ بِهِمْ لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهَا.

حضورِ اقدس ﷺ کا اِرشاد ہے کہ جنّت میں جانے کے بعد اہلِ جنّت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق و افسوس نہیں ہوگا، بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گذر گئی ہو۔

(أخرجه الطبراني والبيهقي، كذا في الدر، وفي الجامع رواه الطبراني في الكبير، والبيهقي في الشعب ورقم له بالحسن، وفي مجمع الزوائد رواه الطبراني ورجاله ثقات، وفي شيخ الطبراني خلاف، واخرج ابن ابي الدنيا والبيهقي عن عائشة بمعناه مرفوعًا، كذا في الدر، وفي الترغيب بمعناه عن ابي هريرة مرفوعًا، وقال: رواه احمد باسناد صحيح وابن حبان والحاكم وقال: صحيح على شرط البخاري)

ف: جنّت میں جانے کے بعد جب یہ منظر سامنے ہوگا کہ ایک دفعہ اس پاک نام کو لینے کا اجر و ثواب کتنا زیادہ مقدار میں ہے کہ پہاڑوں کے برابر مل رہا ہے تو اس وقت اپنی اس کمائی کے نقصان پر جس قدر بھی افسوس ہوگا ظاہر ہے۔ ایسے خوش نصیب بندے بھی ہیں جن کو دنیا ہی بغیر ذِکْرُ اللہ کے اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''مُنَبِّہات''

میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مناجات میں کہا کرتے تھے۔ "اِلٰهِی لَا یَطِیْبُ اللَّیْلُ اِلَّا بِمُنَاجَاتِكَ، وَلَا یَطِیْبُ النَّهَارُ اِلَّا بِطَاعَتِكَ، وَلَاتَطِیْبُ الدُّنْیَا اِلَّا بِذِكْرِكَ، وَلَا تَطِیْبُ الْاٰخِرَةُ اِلَّا بِعَفْوِكَ، وَلَا تَطِیْبُ الْجَنَّةُ اِلَّا بِرُؤْیَتِكَ" (ترجمہ) یااللہ! رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز و نیاز کے ساتھ، اور دن اچھا معلوم نہیں ہوتا مگر تیری عبادت کے ساتھ، اور دنیا اچھی معلوم نہیں ہوتی مگر تیرے ذکر کے ساتھ، اور آخرت بھلی نہیں مگر تیری معافی کے ساتھ، اور جنّت میں لطف نہیں مگر تیرے دیدار کے ساتھ۔

حضرت سَرِّی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ستو پھانک رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ خشک ہی پھانک رہے ہو؟ کہنے لگے کہ میں نے روٹی چبانے اور پھانکنے کا جب حساب لگایا تو چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ اس میں آدمی ستّر مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے۔ اس لئے میں نے چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی، ستو پھانک کر گذر کر لیتا ہوں۔

منصور بن مُعْتَمِر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک عشاء کے بعد کسی سے بات نہیں کی۔ ربیع بن خیثم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ بیس برس تک جو بات کرتے اس کو ایک پرچہ پر لکھ لیتے اور رات کو اپنے دل سے حساب کرتے کہ کتنی بات اس میں ضروری تھی اور کتنی غیر ضروری۔

(۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ رضی اللہ عنہما: اَنَّهُمَا شَهِدَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ قَالَ: لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَّذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَآئِكَةُ، وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَنَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّكِیْنَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ. (أخرجه ابن أبي شيبة وأحمد ومسلم والترمذي وابن ماجة والبيهقي، كذا في الدر والحصن والمشكوة)، وفي حديث طويل

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما دونوں حضرات اس کی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ سے سنا، ارشاد فرماتے تھے کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ ان کا تذکرہ اپنی مجلس میں (تفاخر کے طور

لِاَبِیْ ذَرٍّ " اُوْصِیْكَ بِتَقْوَی اللّٰهِ ،فَاِنَّهٗ رَاْسُ الْاَمْـرِ کُلِّـهٖ، وَعَـلَیْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْـرِ اللّٰـهِ؛ فَاِنَّهٗ ذِکْرٌ لَّكَ فِی السَّمَآءِ وَنُوْرٌ لَّكَ فِی الْاَرْضِ " الحدیث ذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی وعبد بن حمید فی تفسیرہ ورقم لہ بالحسن.

پر) فرماتے ہیں ۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں تجھے اللہ کے تقویٰ کی وصیّت کرتا ہوں کہ تمام چیزوں کی جڑ ہے اور قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کا اہتمام کر کہ اس سے آسمانوں میں تیرا ذکر ہو گا اور زمین میں نور کا سبب بنے گا۔ اکثر اوقات چپ رہا کر کہ بھلائی بغیر کوئی کلام نہ ہو۔ یہ بات شیطان کو دور کرتی ہے اور دین کے کاموں میں مددگار ہوتی ہے۔ زیادہ ہنسی سے بھی بچنا رہ کہ اس سے دل مرجاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے۔ جہاد کرتے رہنا کہ میری امت کی فقیری یہی ہے۔ مسکینوں سے محبت رکھنا، ان کے پاس اکثر بیٹھتے رہنا اور اپنے سے کم حیثیت لوگوں پر نگاہ رکھنا اور اپنے سے اونچے لوگوں پر نگاہ نہ کرنا کہ اس سے اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری پیدا ہوتی ہے جو اللہ نے تجھے عطا فرمائی ہیں۔ قرابت والوں سے تعلّقات جوڑنے کی فکر رکھنا وہ اگرچہ تجھ سے تعلّقات توڑ دیں۔ حق بات کہنے میں تردد نہ کرنا گو کسی کو کڑوی لگے۔ اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ تجھے اپنی عیب بینی دوسروں کے عیوب پر نظر نہ کرنے دے اور جس عیب میں خود مبتلا ہو اس میں دوسرے پر غصّہ نہ کرنا۔ اے ابوذر! حسنِ تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل مندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنا بہترین پرہیزگاری ہے اور خوش خُلقی کے برابر کوئی شرافت نہیں۔

ف: سکینہ کے معنی سکون و وقار کے ہیں یا کسی مخصوص رحمت کے، جس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جن کو مختصر طور پر میں اپنے رسالہ "چہلِ حدیث" جدید در فضائلِ قرآن میں لکھ چکا ہوں۔ امام نوَوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی مخصوص چیز ہے جو طمانیت، رحمت وغیرہ سب کو شامل ہے اور ملائکہ کے ساتھ اترتی ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ کا ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر فرمانا ایک تو اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت عرض کیا تھا کہ یہ لوگ دنیا

میں فساد کریں گے جیسا کہ پہلی حدیث کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں کی جماعت اگر چہ سراپا عبادت، سراپا بندگی و اطاعت ہے، لیکن ان میں معصیت کا مادہ بھی نہیں ہے اور انسان میں چونکہ دونوں مادے موجود ہیں اور غفلت اور نافرمانی کے اسباب اس کو گھیرے ہوئے ہیں، شہوتیں، لذتیں اس کا جزو ہیں اس لئے اس سے ان سب کے مقابلہ میں جو عبادت، جو اطاعت ہو اور جو معصیت کا مقابلہ ہو وہ زیادہ قابلِ مدح اور قابلِ قدر رہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے جنّت کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ اس کو دیکھ کر آؤ۔ انہوں نے آ کر عرض کیا: یا اللہ! آپ کی عزت کی قسم! جو شخص بھی اس کی خبر سن لے گا اسمیں جائے بغیر نہیں رہے گا یعنی لذتیں اور راحتیں، فرحتیں، نعمتیں جس قدر اس میں رکھی گئی ہیں ان کے سننے اور یقین آجانے کے بعد کون ہوگا جو اس میں جانے کی انتہائی کوشش نہ کرے گا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کو مشقتوں سے ڈھانک دیا کہ نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا، جہاد کرنا، حج کرنا وغیرہ وغیرہ اس پر سوار کر دیئے گئے کہ ان کو بجا لاؤ تو جنّت میں جاؤ اور پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اب تو یا اللہ! مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی اس میں جا ہی نہ سکے گا۔ اسی طرح جب جہنّم کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس کے دیکھنے کا حکم ہوا۔ وہاں کے عذاب، وہاں کے مصائب، گندگیاں اور تکلیفیں دیکھ کر انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ! آپ کی عزت کی قسم! جو شخص اس کے حالات سن لے گا کبھی بھی اس کے پاس نہ جائے گا۔ حق سبحانہ وتقدس نے دنیا کی لذتوں سے اس کو ڈھانک دیا کہ زنا کرنا، شراب پینا، ظلم کرنا، احکام پر عمل نہ کرنا وغیرہ وغیرہ کا پردہ اس پر ڈال دیا گیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ! اب تو مجھے اندیشہ ہو گیا کہ شاید ہی کوئی اس سے بچے۔ اسی وجہ سے جب کوئی بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے، گناہ سے بچتا ہے تو اس ماحول کے اعتبار سے جس میں وہ ہے قابلِ قدر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اظہارِ مسرّت فرماتے ہیں۔

جن فرشتوں کا اس حدیثِ پاک میں اور اس قسم کی بہت سی حدیثوں میں ذکر آیا ہے وہ

فرشتوں کی ایک خاص جماعت ہے جو اسی کام پر متعیّن ہے کہ جہاں اللہ کے ذکر کی مجالس ہوں، اللہ کا ذکر کیا جارہا ہو وہاں جمع ہوں اور اس کو سنیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں اِرشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت متفرق طور پر پھرتی رہتی ہے اور جس جگہ اللہ کا ذکر سنتی ہے اپنے ساتھیوں کو آواز دیتی ہے کہ آجاؤ، اس جگہ تمہارا مقصود اور غرض موجود ہے اور پھر ایک دوسرے پر جمع ہوتے رہتے ہیں حتّٰی کہ آسمان تک ان کا حلقہ پہنچ جاتا ہے جیسا کہ تیسرے باب کی دوسری فصل کے نمبر۱۴ پر آرہا ہے۔

(۹) عَنْ مُعَاوِيَةَ ﷛ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ عَلٰى حَلْقَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ، فَقَالَ: مَا اَجْلَسَكُمْ؟ قَالُوْا: جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ، وَنَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ، وَمَنَّ بِهٖ عَلَيْنَا، قَالَ: آللّٰهِ مَااَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذٰلِكَ؟ قَالُوْا: آللّٰهِ مَااَجْلَسَنَا اِلَّا ذٰلِكَ، قَالَ: اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ، وَلٰكِنْ اَتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ، فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ اللّٰهَ يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ. (اخرجه ابن ابي شيبة واحمد و مسلم والترمذي والنسائي، كذا في الدر والمشكوة)

حضورِ اقدس ﷺ ایک مرتبہ صحابہ ﷡ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے؟ عرض کیا کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا، یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا خدا کی قسم! صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو؟ صحابہ ﷡ نے عرض کیا: خدا کی قسم! صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی بدگمانی کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کو قسم نہیں دی، بلکہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس ابھی آئے تھے اور یہ خبر سنا گئے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں۔

ف: یعنی میں نے جو قسم دے کر پوچھا اس سے مقصود اہتمام اور تاکید تھی کہ ممکن ہے کوئی اور خاص بات بھی اس کے علاوہ ہو اور وہ بات اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے فخر کا سبب ہو۔ اب معلوم ہوگیا کہ صرف یہ تذکرہ ہی سببِ فخر ہے۔ کس قدر خوش قسمت تھے وہ لوگ جن کی عبادتیں

مقبول تھیں اوران کی حمد وثنا پرحق تعالیٰ شانہٗ کے فخر کی خوشخبری ان کو نبی ﷺ کی زبان سے دنیا ہی میں معلوم ہو جاتی تھی اور کیوں نہ ہوتا کہ ان حضرات کے کارنامے اسی کے مستحق تھے۔ان کے کارناموں کا مختصر تذکرہ، میں اپنے رسالہ ''حکایاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم'' میں نمونہ کے طور پر لکھ چکا ہوں۔

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ دیکھو! یہ لوگ باوجودیکہ نفس ان کے ساتھ ہے، شیطان ان پر مسلّط ہے، شہوتیں ان میں موجود ہیں، دنیا کی ضرورتیں ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ان سب کے باوجود، ان سب کے مقابلہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں اور اتنی کثرت سے ہٹانے والی چیزوں کے باوجود میرے ذکر سے نہیں ہٹتے۔تمہارا ذکر وتسبیح اس لحاظ سے کہ تمہارے لئے کوئی مانع بھی ان میں سے نہیں ہے، ان کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔

(۱۰) عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَا مِنْ قَوْمٍ اجْتَمَعُوْا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ لَا يُرِيْدُوْنَ بِذٰلِكَ اِلَّا وَجْهَهٗ، اِلَّا نَادَاهُمْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ اَنْ قُوْمُوْا مَغْفُوْرًا لَّكُمْ، قَدْ بُدِّلَتْ سَيِّئَاتُكُمْ حَسَنَاتٍ. (اخرجه احمد والبزار و ابو يعلى والطبراني، واخرجه الطبراني عن سهل بن الحنظلية ايضًا واخرجه البيهقي

حضور ﷺ کا اِرشاد ہے کہ جو بھی لوگ اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں، اوران کا مقصود صرف اللہ ہی کی رِضا ہوتو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے، اورتمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رضی اللہ عنہ وَزَادَ: "وَمَا مِنْ قَوْمٍ اِجْتَمَعُوْا فِيْ مَجْلِسٍ، فَتَفَرَّقُوْا، وَ لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ اِلَّا كَانَ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ.

دوسری حدیث میں ہے اس کے بالمقابل جو اجتماع ایسا ہو کہ اس میں اللہ پاک کا کوئی ذکر ہو ہی نہیں تو یہ اجتماع قیامت کے دن حسرت وافسوس کا سبب ہوگا۔

كذا في الدر، قال المنذري: رواه الطبراني في الكبير والأوسط، ورواته محتج بهم في الصحيح، وفي الباب عن ابي هريرة عند احمد وابن حبان وغيرهما، وصححه الحاكم على شرط مسلم في موضع وعلى شرط البخاري

في موضع اخرى، وعزا السيوطي في الجامع حديث سهل الى الطبراني، والبيهقي في الشعب والضياء ورقم له بالحسن، وفي الباب روايات ذكرها في مجمع الزوائد.

ف: یعنی اس اجتماع کی بے برکتی اور اِضاعت پر حسرت ہوگی اور کیا بعید ہے کہ وبال کا سبب کسی وجہ سے بن جائے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ ہو، حضور ﷺ پر درود نہ ہو، اس مجلس والے ایسے ہیں جیسے مرے ہوئے گدھے پر سے اٹھے ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے اختتام پر یہ دعا پڑھ لے: "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ" ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو بھی مجلس ایسی ہو جس میں اللہ کا ذکر، حضور ﷺ پر درود شریف نہ ہو وہ مجلس قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہوگی۔ پھر حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے چاہے مغفرت فرماویں، چاہے مطالبہ اور عذاب فرماویں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مجلسوں کا حق ادا کیا کرو اور وہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر ان میں کثرت سے کرو۔ راہگیروں کو (بوقتِ ضرورت) راستہ بتاؤ اور (ناجائز چیز سامنے آجائے تو) آنکھیں بند کرلو (یا نیچی کرلو کہ اس پر نگاہ نہ پڑے)

حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کا ثواب بہت بڑی ترازو میں تلے (یعنی ثواب بہت زیادہ مقدار میں ہو کہ وہی بڑی ترازو میں تلے گا، معمولی چیز تو بڑی ترازو کے پاسنگ میں آجائے گی) اس کو چاہئے کہ مجلس کے ختم پر یہ دعا پڑھا کرے:

"سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝" (الصّٰفّٰت: ۸۰، ۸۱، ۸۲)[۱]

حدیثِ بالا میں برائیوں کے نیکیوں سے بدل دینے کی بشارت بھی ہے۔ قرآن پاک میں بھی سورۂ فرقان کے ختم پر مومنین کی چند صفات ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے: "فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝" (الفرقان: ۷۰) (پس یہی لوگ

(۱) حصن وحاشیہ

ہیں جن کی برائیوں کو حق تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں)۔

اس آیتِ شریفہ کے متعلق علمائے تفسیر کے چند اقوال ہیں:-

ایک یہ کہ سیّئات معاف فرما دی جائیں گی اور حَسَنات باقی رہ جائیں گی، گویا یہ بھی تبدیلی ہے کہ سیئہ کوئی باقی نہیں رہی۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں کو بجائے برے اعمال کرنے کے نیک اعمال کی توفیق حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں نصیب ہوگی جیسا کہ بولتے ہیں کہ گرمی کے بجائے سردی ہوگئی۔ تیسرے یہ کہ ان کی عادتوں کا تعلّق بجائے بری چیزوں کے اچھی چیزوں کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ آدمی کی عادتیں طبعی ہوتی ہیں جو بدلتی نہیں۔ اسی وجہ سے ضرب المثل ہے ”جَبَل گَرْدَدْ، جِبلّت نہ گردد“ اور یہ مثل بھی ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس میں ارشاد ہے کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا اور دوسری جگہ چلا گیا تو اس کی تصدیق کرلو، لیکن اگر سنو کہ طبیعت بدل گئی تو اس کی تصدیق نہ کرو۔ گویا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ عادات کا زائل ہونا پہاڑ کے زائل ہونے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اس کے بعد پھر اشکال ہوتا ہے کہ صوفیہ اور مشائخ جو عادات کی اصلاح کرتے ہیں اس کا کیا مطلب ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عادتیں نہیں بدلتیں بلکہ ان کا تعلّق بدل جاتا ہے، مثلاً ایک شخص کے مزاج میں غصہ ہے وہ مشائخ کی اصلاح اور مجاہدوں سے ایسا ہو جائے کہ غصہ بالکل باقی نہ رہے یہ تو دشوار ہے۔ ہاں اس غصہ کا تعلّق پہلے سے جن چیزوں کے ساتھ تھا مثلاً بے جا ظلم، تکبّر وغیرہ اب بجائے ان کے اللہ کی نافرمانیوں پر، اس کے احکام کی خلاف ورزی وغیرہ وغیرہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ وہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو ایک زمانہ میں مسلمانوں کی ایذاءرسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے، ایمان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے کفار وفساق پر اسی طرح ٹوٹتے تھے، اسی طرح اور اخلاق کا بھی حال ہے۔

اس توضیح کے بعد اب مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ ایسے لوگوں کے اخلاق کا تعلّق بجائے معاصی کے حسنات سے فرما دیتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کو اپنی برائیوں پر توبہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے پرانے پرانے گناہ یاد آ کر ندامت

اور توبہ کا سبب ہوتا ہے اور ہر گناہ کے بدلے ایک توبہ جو عبادت ہے اور نیکی ہے ثَبت ہو جاتی ہے۔ پانچویں یہ ہے کہ اگر مولائے کریم کو کسی کی کوئی ادا پسند ہو اور اس کو اپنے فضل سے برائیوں کے برابر نیکیاں دے تو کسی کے باپ کا کیا اجارہ ہے، وہ مالک ہے، بادشاہ ہے، قدرت والا ہے، اس کی رحمت کی وُسعت کا کیا کہنا، اس کی مغفرت کا دروازہ کون بند کر سکتا ہے؟ اس کی عطا کو کون روک سکتا ہے؟ جو دے رہا ہے وہ اپنی ہی مِلک سے دیتا ہے، اس کو اپنی قدرت کے مظاہر بھی دکھانا ہیں، اپنی مغفرت کے کرشمے بھی اسی دن ظاہر کرنا ہیں۔

احادیث میں محشر کا نظارہ اور حساب کی جانچ مختلف طریقوں سے وارد ہوئی ہے جس کو ''بَہجۃُ النُفُوس'' نے مختصر طور پر ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حساب چند انواع پر منقسم ہوگا۔ ایک نوع یہ ہوگی کہ بعض بندوں سے نہایت مخفی رحمت کے پردہ میں محاسبہ ہوگا اور ان کے گناہ ان کو گنوائے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ تو نے فلاں وقت یہ گناہ کیا، فلاں وقت ایسا کیا اور اس کو اقرار بغیر چارۂ کار نہ ہوگا، حتیٰ کہ وہ گناہوں کی کثرت سے یہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا تو اِرشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں بھی تجھ پر ستاری کی، آج بھی ستاری کرتے ہیں اور معاف کرتے ہیں، چنانچہ جب یہ شخص اور اس جیسا جو ہوگا وہ حساب کے مقام سے واپس جائے گا تو لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ یہ کیسا مبارک بندہ ہے کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ اس لئے کہ ان کو اس کے گناہوں کی خبر ہی نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک نوع ایسی ہوگی کہ ان کے لئے چھوٹے بڑے گناہ ہوں گے۔ اس کے بعد ارشاد ہوگا کہ اچھا ان کے چھوٹے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو تو وہ جلدی سے کہیں گے کہ ابھی اور بھی گناہ ایسے ہیں جو یہاں ذکر نہیں کئے گئے۔ اسی طرح اور انواع کا ذکر کیا ہے کہ کس کس طرح سے پیشی اور حساب ہوگا۔

حدیث میں ایک قصّہ آتا ہے نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے اخیر میں جہنّم سے نکالا جائے گا اور سب سے اخیر میں جنّت میں داخل کیا جائے گا۔ ایک شخص کو بلایا جائے گا اور فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس کے بڑے بڑے گناہ تو ابھی ذکر نہ کئے جائیں، چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں، ان پر باز پرس کی جائے، چنانچہ یہ شروع ہو جائے گا اور ایک ایک گناہ وقت کے حوالہ کے

ساتھ اس کو جتایا جائے گا۔ وہ انکار کیسے کر سکتا ہے، اقرار کرتا جائے گا۔ اتنے میں ارشادِ ربی ہوگا کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جائے تو وہ جلدی سے کہے گا کہ ابھی تو اور بھی بہت سے گناہ باقی ہیں، ان کا تو ذکر ہی نہیں آیا۔ اس قصہ کو نقل فرماتے ہوئے حضور ﷺ کو بھی ہنسی آ گئی۔

اس قصے میں اوّل تو جہنم میں سے سب سے اخیر میں نکلنا ہے، یہی کیا کم سزا ہے؟ دوسرے کیا معلوم کون خوش قسمت ایسا ہو سکتا ہے جس کے گناہوں کی تبدیلی ہو۔ اس لئے اللہ کی پاک ذات سے اُمید کرتے ہوئے فضل کا مانگتے رہنا بندگی کی شان ہے، لیکن اس پر مطمئن ہونا جرأت ہے، البتہ سیئات کو حسنات سے بدلنے کا سبب اخلاص سے مجالسِ ذکر میں حاضری حدیثِ بالا سے معلوم ہوتی ہی ہے، لیکن اخلاص بھی اللہ ہی کی عطا سے ہو سکتا ہے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ جہنم سے اخیر میں نکلنے والے کے بارہ میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں، لیکن ان میں کوئی اشکال نہیں۔ ایک معتدبہ جماعت اگر نکلے تو بھی ہر شخص اخیر میں نکلنے والا ہے اور جو قریب اخیر کے نکلے وہ بھی اخیر ہی کہلاتا ہے، نیز خاص خاص جماعت کا اخیر بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اس حدیث میں اہم مسئلہ اخلاص کا ہے اور اخلاص کی قید اور بھی بہت سی احادیث میں اس رسالہ میں نظر سے گذرے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اخلاص ہی کی قدر ہے۔ جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کی عمل کی قیمت ہوگی۔ صوفیہ کے نزدیک اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ قالؔ اور حالؔ برابر ہوں۔ ایک حدیث میں آئندہ آ رہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ گناہوں سے روک دے۔ ''بہجۃ النفوس'' میں لکھا ہے: ایک بادشاہ کے لئے جو نہایت ہی جابر اور متشدد تھا ایک جہاز میں بہت سی شراب لائی جا رہی تھی۔ ایک صاحب کا اس جہاز پر گذر ہوا اور جس قدر ٹھلیاں شراب سے بھری ہوئی تھیں سب ہی توڑ دیں، ایک چھوڑ دی۔ کسی شخص کی ہمت ان کو روکنے کی نہ پڑی لیکن اس پر حیرت تھی کہ اس بادشاہ کے تشدد کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کر سکتا تھا، پھر اس نے کس طرح جرأت کی۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی، اس کو بھی تعجب ہوا۔ اوّلاً اس بات پر کہ اس کے مال پر کس طرح ایک معمولی آدمی نے جرأت کی اور پھر اس پر کہ ایک مٹکی کیوں چھوڑ دی۔ ان صاحب کو بلایا گیا، پوچھا

کہ یہ کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرے دل میں اس کا تقاضا ہوا اس لئے ایسا کیا، تمہارا جو دل چاہے سزا دیدو۔ اس نے پوچھا کہ یہ ایک کیوں چھوڑ دی؟ انہوں نے کہا کہ مجھے اوّلاً اسلامی غیرت کا تقاضا تھا اس لئے میں نے توڑیں، مگر جب ایک رہی تو میرے دل میں ایک خوشی سی پیدا ہوئی کہ میں نے ایک ناجائز کام کو مٹا دیا تو مجھے اس کے توڑنے میں یہ شبہ ہوا کہ یہ حظِّ نفس، دل کی خوشی کی وجہ سے ہے اس لئے ایک کو چھوڑ دیا۔ بادشاہ نے کہا: اس کو چھوڑ دو، یہ مجبور تھا۔

''اِحیاءُ العلوم'' میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا، ایک جماعت اس کے پاس آئی اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کو پوجتی ہے، یہ سن کر اس کو غصہ آیا اور کلہاڑا کندھے پر رکھ کر اس کو کاٹنے کے لئے چل دیا۔ راستہ میں شیطان ایک پیر مرد کی صورت میں مِلا۔ عابد سے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: فلاں درخت کاٹنے جاتا ہوں۔ شیطان نے کہا: تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ؟ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو، تم نے اپنی عبادت کو ایک مُہمل کام کے واسطے چھوڑ دیا۔ عابد نے کہا: یہ بھی عبادت ہے۔ شیطان نے کہا: میں نہیں کاٹنے دوں گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا، وہ عابد اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے اپنے کو عاجز دیکھ کر خوشامد کی اور کہا: اچھا ایک بات سن لے، عابد نے اس کو چھوڑ دیا۔ شیطان نے کہا کہ اللہ نے تجھ پر اس کو فرض تو کیا نہیں، تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں، تو اس کی پرستش نہیں کرتا۔ اللہ کے بہت سے نبی ہیں، اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کے ذریعہ سے اس کو کٹوا دیتا۔ عابد نے کہا: میں ضرور کاٹوں گا۔ پھر مقابلہ ہوا، وہ عابد پھر اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے کہا: اچھا سن، ایک فیصلہ والی بات تیرے نفع کی کہوں۔ اس نے کہا: کہہ۔ شیطان نے کہا: تو غریب ہے، دنیا پر بوجھ بنا ہوا ہے، تو اس کام سے باز آ، میں تجھے روزانہ تین دینار (اشرفی) دیا کروں گا جو روزانہ تیرے سرہانے رکھے ہوئے مِلا کریں گے۔ تیری بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ اپنے اَعِزّہ پر بھی احسان کر سکے گا۔ فقیروں کی مدد کر سکے گا اور بہت سے ثواب کے کام کر سکے گا۔ اس میں ایک ہی ثواب ہوگا اور وہ بھی بیکار کہ وہ لوگ پھر دوسرا لگا لیں گے۔ عابد کی سمجھ میں

آ گیا، قبول کرلیا۔ دو دن تو وہ ملے، تیسرے دن سے ندارد۔ عابد کو غصہ آیا اور کلہاڑا لے کر پھر چلا۔ راستہ میں وہ بوڑھا ملا، پوچھا: کہاں جا رہا ہے؟ عابد نے بتایا کہ اسی درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ بوڑھے نے کہا کہ تو اس کو نہیں کاٹ سکتا۔ دونوں میں جھگڑا ہوا وہ بوڑھا غالب آ گیا اور عابد کے سینہ پر چڑھ گیا۔ عابد کو بڑا تعجب ہوا، اس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تو اس مرتبہ غالب ہو گیا؟ اس بوڑھے نے کہا کہ پہلی مرتبہ تیرا غصہ خالص اللہ کے واسطے تھا، اس لئے اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے مجھے مغلوب کر دیا تھا۔ اس مرتبہ اس میں دیناروں کا دخل تھا اس لئے تو مغلوب ہوا۔ حق یہ ہے کہ جو کام خالص اللہ کے واسطے کیا جاتا ہے اس میں بڑی قوت ہوتی ہے۔

(۱۱) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا عَمِلَ اٰدَمِيٌّ عَمَلًا اَنْجٰى لَهٗ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ.

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذابِ قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے۔

اخرجه أحمد، كذا في الدر والىٰ أحمد عزاه في الجامع الصغير بلفظ أنجى لَهٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ ورقم له بالصحة، وفي مجمع الزوائد رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح الا أن زيادًا لم يدرك معاذًا، ثم ذكره بطريق اخر وقال: رواه الطبراني ورجاله رجال الصحيح، قلت: وفي المشكوة عنه موقوفًا بلفظ "مَاعَمِلَ الْعَبْدُ عَمَلًا أنجى لَهٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ" وقال: رواه مالك والترمذي و ابن ماجة. قلت: وهكذا رواه الحاكم وقال: صحيح الاسناد واقره عليه الذهبي، و في المشكوة برواية البيهقي في الدعوات عن ابن عمر مرفوعًا بمعناه، قال القاري: رواه ابن ابي شيبة و ابن ابي الدنيا، وذكره في الجامع الصغير برواية البيهقي في الشعب ورقم له بالضعف وزاد في اوّله "لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وصِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ" و في مجمع الزوائد برواية جابر مرفوعًا نحوه، و قال: رواه الطبراني في الصغير والأوسط، ورجالهما رجال الصحيح.)

ف: عذابِ قبر کتنی سخت چیز ہے، اس سے وہی لوگ واقف ہیں جن کے سامنے وہ احادیث ہیں جو عذابِ قبر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت عثمان ؓ جب کسی قبر پر تشریف لے جاتے تو اس قدر روتے کہ ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنّت کے، دوزخ کے ذکر سے ایسا نہیں روتے جیسا کہ قبر کے سامنے آ جانے سے روتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس سے نجات پالے بعد کی سب منزلیں اس پر سہل ہو جاتی ہیں اور جو اس سے نجات نہ پائے بعد کی منزلیں دشوار ہی ہوتی جاتی ہیں۔ پھر آپ نے حضورِ اقدس ﷺ کا پاک ارشاد سنایا کہ

حضور ﷺ یہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ گھبراہٹ والا نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم ڈراور خوف کی وجہ سے مُردوں کا دفن کرنا چھوڑ دو گے، ورنہ میں اس کی دعا کرتا کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ تمہیں بھی عذابِ قبر سنادے۔ آدمیوں اور جنات کے سوا اور جاندار عذابِ قبر کو سنتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ سفر میں تشریف لے جا رہے تھے کہ حضور ﷺ کی اونٹنی بدکنے لگی۔ کسی نے پوچھا: حضور کی اونٹنی کو کیا ہوا؟ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ ایک آدمی کو قبر کا عذاب ہورہا ہے، اس کی آواز سے بدکنے لگی۔ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ کِھل کِھلا کر ہنس رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو اکثر یاد کیا کرو تو یہ بات نہ ہو۔ کوئی دن قبر پر ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ اعلان نہیں کرتی کہ میں غربت کا گھر ہوں، تنہائی کا گھر ہوں، کیڑوں اور جانوروں کا گھر ہوں۔ جب کوئی مؤمن (کامل ایمان والا) دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے: تیرا آنا مبارک ہے۔ تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ آ گیا۔ جتنے لوگ میری پشت پر (یعنی زمین پر) چلتے تھے، تُو ان سب میں مجھے بہت محبوب تھا۔ آج تو میرے سپرد ہوا تو تُو میرا حُسنِ سلوک بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد وہ اس قدر وسیع ہو جاتی ہے کہ منتہائے نظر تک کھل جاتی ہے اور جنّت کا ایک دروازہ اس میں کھل جاتا ہے جس سے وہاں کی ہوائیں خوشبوئیں وغیرہ پہنچتی رہتی ہیں اور جب کافر یا فاجر دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا منحوس اور نامبارک ہے، کیا ضرورت تھی تیرے آنے کی۔ جتنے آدمی میری پشت پر چلتے تھے سب میں زیادہ بُغض مجھے تجھ سے تھا۔ آج تو میرے حوالہ ہوا تو میرا معاملہ بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد اُس کو اس قدر زور سے بھینچتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں جس طرح ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے سے انگلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ اس کے بعد نوے یا ننانوے اژدہے اس پر مسلّط ہو جاتے ہیں جو اس کو نوچتے رہتے ہیں اور قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر ایک اژدہا بھی ان میں سے زمین پر پھنکار

مار دے تو قیامت تک زمین میں گھاس نہ اُگے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ قبر، یا جنّت کا ایک باغ ہے یا جہنّم کا ایک گڑھا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا دو قبروں پر گذر ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ ایک کو چغل خوری کے جرم میں، دوسرے کو پیشاب کی احتیاط نہ کرنے میں (کہ بدن کو اس سے بچاتا نہ تھا) ہمارے کتنے مہذب لوگ ہیں جو استنجے کو عیب سمجھتے ہیں، اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ علماء نے پیشاب سے نہ بچنا گناہِ کبیرہ بتایا ہے۔ ابنِ حجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ اکثر عذابِ قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں سب سے پہلے مطالبہ پیشاب کا ہوتا ہے۔ بالجملہ عذابِ قبر نہایت سخت چیز ہے اور جیسا کہ اس کے ہونے میں بعض گناہوں کو خاص دخل ہے اسی طرح اس سے بچنے میں بھی بعض عبادات کو خصوصی شرافت حاصل ہے، چنانچہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ سورۂ تبارک الذی کا ہر رات کو پڑھتے رہنا عذابِ قبر سے نجات کا سبب ہے اور عذابِ جہنّم سے بھی حفاظت کا سبب ہے اور اللہ کا ذکر کے بارے میں تو حدیثِ بالا ہے ہی۔

(۱۲) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَيَبْعَثَنَّ اللّٰهُ اَقْوَامًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ وُجُوْهِهِمُ النُّوْرُ عَلٰى مَنَابِرِ اللُّؤْلُؤِ، يَغْبِطُهُمُ النَّاسُ، لَيْسُوْا بِاَنْبِيَآءَ وَلَا شُهَدَآءَ، فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ: حَلِّهِمْ لَنَا نَعْرِفْهُمْ، قَالَ: هُمُ الْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْ قَبَائِلَ شَتّٰى وَبِلَادٍ شَتّٰى، يَجْتَمِعُوْنَ عَلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ يَذْكُرُوْنَهٗ. (اخرجه الطبراني باسناد حسن، كذا في الدر و مجمع الزوائد والترغيب للمنذري، و

حضور ﷺ کا اِرشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جَلَّ شَانُہٗ بعضے قوموں کا حشر ایسی طرح فرمائیں گے کہ ان کے چہروں میں نور چمکتا ہوا ہوگا، وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے، لوگ ان پر رشک کرتے ہوں گے، وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہونگے، کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کا حال بیان کر دیجئے کہ ہم ان کو پہچان لیں، حضور ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی محبّت میں مختلف جگہوں سے مختلف

خاندانوں سے آ کر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔

ذکر ایضًا لہ متابعۃ بروایۃ عمرو بن عبسۃ عند الطبرانی مرفوعًا، قال المنذری: و اسنادہٗ مقارب لاباس بہ، ورقم لحدیث عمرو بن عبسۃ فی الجامع الصغیر بالحسن، وفی مجمع الزوائد رجالہ موثوقون، وفی مجمع الزوائد بمعنی ھذا الحدیث مطولًا و فیہ "حُلْھُمْ لَنَا یَعْنِیْ صِفْھُمْ لَنَا شَکِّلْھُمْ لَنَا فَسُرَّ وَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بِسُؤَالِ الْاَعْرَابِیِّ" اَلْحَدِیْثَ ۔ قال: رواہ احمد والطبرانی بنحوہ ورجالہ وثقوا، قلت: و فی الباب عن ابی ھریرۃ عند البیھقی فی الشعب اِنَّ فِی الجنّۃ لَعُمُدًا مِن یاقوت، عَلَیْھَا غُرَفٌ مِنْ زَبَرْجَدٍ، لَھَا اَبْوَابٌ مُفَتَّحَۃٌ تُضِیْءُ کما یُضِیْءُ الْکَوْکَبُ الدُّرِّیُّ، یَسْکُنُھَا الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ تَعَالٰی، وَالْمُتَجَالِسُوْنَ فِی اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْمُتَلَاقُوْنَ فِی اللّٰہِ، کذا فی الجامع الصغیر، ورقم لہ بالضعف وذکر فی مجمع الزوائد لہ شواھد، وکذافی المشکوۃ)

دوسری حدیث میں ہے کہ جنّت میں یاقوت کے ستون ہوں گے جن پر زَبَرجَد (زُمُرُّد) کے بالا خانے ہوں گے، ان میں چاروں طرف دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور ایسے چمکتے ہوں گے جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے۔ ان بالا خانوں میں وہ لوگ رہیں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ اکٹھے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے آپس میں ملتے جلتے ہوں۔

ف: اس میں اَطِبّاء کا اِختلاف ہے کہ زَبَرجَد اور زُمُرُّد ایک ہی پتھر کے دو نام ہیں یا ایک پتھر کی دو قسمیں ہیں یا ایک ہی نوع کے دو پتھر ہیں۔ بہر حال یہ ایک پتھر ہوتا ہے جو نہایت ہی روشن چمک دار ہوتا ہے۔

آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں پر ہر طرح الزام ہے، ہر طرف سے فقرے کسے جاتے ہیں۔ آج انہیں جتنا دل چاہے برا بھلا کہہ لیں، کل جب آنکھ کھلے گی اس وقت حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ بوریوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کر لے گئے جب وہ ان منبروں اور بالا خانوں پر ہوں گے، اور یہ ہنسنے والے اور گالیاں دینے والے کیا کما کر لے گئے۔

فَسَوْفَ تَرٰی اِذَا انْکَشَفَ الْغُبَارُ　　اَ فَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِكَ اَمْ حِمَارُ

(عنقریب جب غُبار ہٹ جائے گا تو معلوم ہوگا کہ گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر)

ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں،

یہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو وہ آسمان والوں کے لئے ایسا چمکتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ذکر کی مجالس پر جو سکینہ (ایک خاص نعمت) نازل ہوتی ہے، فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، رحمتِ الٰہی ان کو ڈھانک لیتی ہے اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ عرش پر ان کا ذکر فرماتے ہیں۔ ابورزین ایک صحابی ہیں، وہ کہتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس سے تو دونوں جہان کی بھلائی کو پہنچے، وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کی مجلسیں ہیں، ان کو مضبوط پکڑ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان والے ان گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسا چمکدار دیکھتے ہیں جیسا کہ زمین والے ستاروں کو چمکدار دیکھتے ہیں۔ یہ گھر جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسے منور اور روشن ہوتے ہیں کہ اپنے نور کی وجہ سے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں اور جن کو اللہ جَلَّ شَانُہٗ نور کے دیکھنے کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں وہ یہاں بھی ان کی چمک دیکھ لیتے ہیں۔ بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو بزرگوں کا نور، ان کے گھروں کا نور اپنی آنکھوں سے چمکتا ہوا دیکھتے ہیں، چنانچہ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ جو مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسا چمکتے ہیں جیسا کہ چراغ۔ شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ ابھی قریب ہی زمانہ میں ایک بزرگ گذرے ہیں جو بالکل اُمّی تھے، مگر قرآن شریف کی آیت، حدیثِ قدسی، حدیثِ نبوی اور موضوع حدیث کو علیحدہ علیحدہ بتادیتے تھے اور کہتے تھے کہ متکلّم کی زبان سے جب لفظ نکلتے ہیں تو ان الفاظ کے نور سے معلوم ہوجاتا ہے کہ کس کا کلام ہے کہ اللہ پاک کے کلام کا نور علیحدہ ہے اور حضور ﷺ کے کلام کا نور دوسرا ہے اور دوسرے کلاموں میں یہ دونوں نور نہیں ہوتے۔

تذکرۃ الخلیل یعنی سوانح حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ میں بروایت مولانا ظفر احمد صاحب لکھا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پانچویں حج میں جس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ مسجدِ حرام میں طوافِ قُدُوم کے لئے تشریف لائے تو احقر مولانا مُحِبُّ الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(جو اعلیٰ حضرت مولانا الحاج اِمداد اللہ صاحب مہاجر مکّی نور اللہ مرقدہٗ کے خاص خلفاء میں تھے اور صاحبِ کشف مشہور تھے) کے پاس بیٹھا تھا۔ مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا وِرد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے: اس وقت حرم میں کون آ گیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا۔ میں خاموش رہا کہ اتنے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ طواف سے فارغ ہو کر مولانا کے پاس کو گذرے۔ مولانا کھڑے ہو گئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آ گیا۔ مجالسِ ذکر کی فضیلت مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہے، ایک حدیث میں وارد ہے کہ افضل ترین رباط نماز ہے اور ذکر کی مجالس۔ رِباط کہتے ہیں دار الاسلام کی سرحد کی حفاظت کرنے کو تاکہ کفار اس طرف سے حملہ نہ کریں۔

(۱۳) عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا، قَالَ: وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ. (اخرجه احمد والترمذی وحسنه،

حضورِ اقدس ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ جب جنّت کے باغوں پر گذرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جنّت کے باغ کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

وذكره في المشكوة برواية الترمذی، وزاد في الجامع الصغير والبيهقي في الشعب ورقم له بالصحة، وفي الباب عن جابر عند ابن ابي الدنيا والبزار وأبي يعلى والحاكم وصححه، والبيهقي في الدعوات، كذا في الدر وفي الجامع الصغير برواية الطبراني عن ابن عباس بلفظ مجالس العلم، و برواية الترمذي عن ابي هريرة بلفظ المساجد محل حلق الذكر وزاد الرتع ـ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ)

ف: مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی ان مجالس، ان حلقوں تک رسائی ہو جائے تو اس کو بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہئے کہ یہ دنیا ہی میں جنّت کے باغ ہیں اور "خوب چرو" سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے جانور جب کسی سبزہ زار یا کسی باغ میں چرنے لگتا ہے تو معمولی سے ہٹانے سے بھی نہیں ہٹتا، بلکہ مالک کے ڈنڈے وغیرہ بھی کھاتا رہتا ہے، لیکن اِدھر سے منہ نہیں موڑتا۔ اسی طرح ذکر کرنے والے کو بھی دنیاوی تفکرات اور موانع کی وجہ سے اِدھر سے منہ نہ موڑنا چاہئے، اور جنّت کے باغ اس لئے فرمائے کہ جیسا کہ جنّت میں کسی قسم کی آفت نہیں ہوتی اسی طرح یہ مجالس بھی آفات سے محفوظ رہتی ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے یعنی دل میں جس قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں تکبّر، حسد، کینہ وغیرہ سب ہی امراض کا علاج ہے۔ صاحبُ الفوائد فی الصلوۃ والعوائد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آدمی ذکر پر مداومت سے تمام آفتوں سے محفوظ رہتا ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ذکرُ اللہ کی کثرت کا حکم کرتا ہوں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پیچھے کوئی دشمن لگ جائے اور وہ اس سے بھاگ کر کسی قلعہ میں محفوظ ہو جائے اور ذکر کرنے والا اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا ہمنشین ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہوگا کہ وہ مالکُ المُلک کا ہمنشین ہو جائے۔ اس کے علاوہ اس سے شرحِ صدر ہو جاتا ہے، دل منور ہو جاتا ہے، اس کے دل کی سختی دور ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ظاہری اور باطنی منافع ہوتے ہیں جن کو بعض علماء نے سَو تک شمار کیا ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ جب بھی آپ اندر جاتے ہیں یا باہر آتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں یا بیٹھتے ہیں تو فرشتے آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تمہارا دل چاہے تو تمہارے لئے بھی وہ دعا کر سکتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی: "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا" سے "رَحِیْمًا" تک۔ گویا اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور ملائکہ کی دعا تمہارے ذکر پر مُتفرع ہے، جتنا تم ذکر کرو گے اتنا ہی ادھر سے ذکر ہوگا۔

(۱۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَنْ عَجِزَ مِنْکُمْ عَنِ اللَّیْلِ اَنْ یُّکَابِدَہٗ، وَبَخِلَ بِالْمَالِ اَنْ یُّنْفِقَہٗ، وَجَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ اَنْ یُّجَاھِدَہٗ فَلْیُکْثِرْ ذِکْرَ اللّٰہِ. (رواه الطبراني والبيهقي والبزار واللفظ له، وفي سنده أبو يحي القتات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی نہ خرچ کیا جاتا ہو (یعنی نفلی صدقات) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کر سکتا ہو اس کو چاہئے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔

وبقية محتج بهم في الصحيح، كذا في الترغيب، قلت: هو من رواة البخاري في الأدب المفرد، والترمذي وأبي داود وابن ماجة، وثقه ابن معين وضعفه اخرون، وفي التقريب لين الحديث، وفي مجمع الزوائد رواه

البزار و الطبرانی وفیه الثقات قد وثق وضعفه الجمهور، وبقیة رجال البزار رجال الصحیح)

ف: یعنی ہر قسم کی کوتاہی جو عباداتِ نفلیہ میں ہوتی ہے اللہ کے ذکر کی کثرت اس کی تلافی کرسکتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق سے براءت ہے اور شیطان سے حفاظت ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے اور انہیں منافع کی وجہ سے اللہ کا ذکر بہت سی عبادتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے، بالخصوص شیطان کے تسلّط سے بچنے میں اس کو خاص دخل ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان گھٹنے جمائے ہوئے آدمی کے دل پر مسلّط رہتا ہے، جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ عاجز و ذلیل ہو کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ آدمی غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی لئے صوفیہ کرام ذکر کی کثرت کراتے ہیں تاکہ قلب میں اس کے وساوس کی گنجائش نہ رہے اور وہ اتنا قوی ہو جائے کہ اس کا مقابلہ کر سکے۔ یہی راز ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے یہ قوتِ قلبیہ اعلیٰ درجہ پر حاصل تھی تو ان کو ضربیں لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جتنا بُعد (دوری) ہوتا گیا اتنی ہی قلب کے لئے اس مُقوّیِ قلب خمیرہ کی ضرورت بڑھتی گئی۔ اب قلوب اس درجہ ماؤف ہو چکے ہیں کہ بہت سے علاج سے بھی وہ درجہ قوت کا تو حاصل نہیں ہوتا، لیکن جتنا بھی ہو جاتا ہے وہی بسا غنیمت ہے کہ وبائی مرض میں جس قدر بھی کمی ہو بہتر ہے۔

ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ جَلّ شَانُہٗ سے دعا کی کہ شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی صورت ان پر منکشف ہو جائے کہ کس طرح ڈالتا ہے تو انہوں نے دیکھا کہ دل کے بائیں طرف مونڈھے کے پیچھے مچھر کی شکل سے بیٹھا ہے۔ ایک لمبی سی سونڈ منہ پر ہے جس کو سوئی کی طرح سے دل کی طرف لے جاتا ہے، اس کو ذاکر پاتا ہے تو جلدی سے اس سونڈ کو کھینچ لیتا ہے، غافل پاتا ہے تو اس سونڈ کے ذریعہ سے وساوس اور گناہوں کا زہر انجکشن کے طریقہ سے دل میں بھرتا ہے۔ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ شیطان اپنی ناک کا اگلا حصّہ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے۔ جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ذلّت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل کو لقمہ بنالیتا ہے۔

(۱۵) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ. (رواہ أحمد وابو يعلى وابن حبان والحاكم في صحيحه

حضورِ اقدس ﷺ کا اِرشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریا کار کہنے لگیں۔

وقال: صحيح الاسناد، وروي عن ابن عباس مرفوعًا بلفظ "اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا يَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ اِنَّكُمْ مُرَاؤُوْنَ" رواه الطبراني ورواه البيهقي عن أبي الجوزاء مُرسلًا، كذا في الترغيب والمقاصد الحسنة للسخاوي، وهكذا في الدر المنثور للسيوطي، إلا انه عزا حديث أبي الجوزاء الى عبدالله بن أحمد في زوائد الزهد، وعزاه في الجامع الصغير إلى سعيد بن منصور في سننه، والبيهقي في الشعب ورقم له بالضعف وذكر في الجامع الصغير ايضًا برواية الطبراني عن ابن عباس مسندًا ورقم له بالضعف، وعزا حديث ابي سعيد الى احمد وأبي يعلى في مسنده و ابن حبان والحاكم والبيهقي في الشعب ورقم له بالحسن)

ف: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں یا بے وقوفوں کے ریا کار کہنے یا مجنون کہنے سے ایسی بڑی دولت چھوڑ نا نہ چاہئے، بلکہ اس کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہئے کہ یہ لوگ تم کو پاگل سمجھ کر تمہارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنون جب ہی کہا جائے گا جب نہایت کثرت سے اور زور سے ذکر کیا جائے، آہستہ میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ کر دی ہو اور پھر اس کے عذر کو قبول نہ فرما لیا ہو بجز اللہ کے ذکر کے کہ نہ اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ عقل رہنے تک کسی کو معذور قرار دیا، چنانچہ ارشاد ہے: "اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ۝" (اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو) رات میں، دن میں، جنگل میں، دریا میں، سفر میں، حضر میں، فقر میں، تونگری میں، بیماری میں، صحت میں آہستہ اور پکار کر اور ہر حال میں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "مُنَبِّہَات" میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے قرآن پاک کے ارشاد "وَکَانَ تَحْتَہٗ کَنْزٌ لَّہُمَا" میں منقول ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں سات سطریں لکھی ہوئی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے: (۱) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو موت کو جانتا ہو، پھر بھی ہنسے۔ (۲) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا آخر ایک دن ختم ہونے والی ہے، پھر بھی اس میں رغبت

کرے۔(۳) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدر سے ہے، پھر بھی کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے۔(۴) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو آخرت میں حساب کا یقین ہو، پھر بھی مال جمع کرے۔(۵) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جہنّم کی آگ کا علم ہو، پھر بھی گناہ کرے۔(۶) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو، پھر کسی اور چیز کا ذکر کرے۔(۷) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جنّت کی خبر ہو، پھر دنیا میں سے کسی چیز سے راحت پائے۔

بعض نسخوں میں یہ بھی ہے کہ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے، پھر بھی اس کی اطاعت کرے۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد بھی نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے اللہ کے ذکر کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ بغیر ذکر کے کوئی چیز نفع نہ دے گی۔

ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ذکر کی جتنی بھی کثرت ممکن ہو دریغ نہ کرے۔ لوگوں کے مجنون یا ریاکار کہنے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینا اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔ صوفیہ نے لکھا ہے کہ یہ بھی شیطان کا ایک دھوکہ ہے کہ اوّل وہ ذکر سے اس خیال سے روکتا ہے کہ لوگ دیکھیں گے، کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا وغیرہ وغیرہ۔ پھر شیطان کو روکنے کے لئے یہ ایک مستقل ذریعہ اور حیلہ مل جاتا ہے۔ اس لئے یہ تو ضروری ہے کہ دکھلانے کی نیت سے کوئی عمل نہ کرے، لیکن اگر کوئی دیکھ لے تو بلا سے دیکھے، اس وجہ سے چھوڑنا بھی نہ چاہئے۔ حضرت عبداللہ ذُوالبجادَین رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں جو لڑکپن میں یتیم ہو گئے تھے، چچا کے پاس رہتے تھے۔ وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا۔ گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ چچا کو خبر ہو گئی تو اس نے غصہ میں بالکل ننگا کر کے نکال دیا، ماں بھی بیزار تھی لیکن پھر ماں تھی، ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دے دی جس کو انہوں نے دو ٹکڑے کر کے ایک سے ستر ڈھکا، دوسرا اوپر ڈال لیا۔ مدینہ طیّبہ حاضر ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پڑے رہا کرتے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریاکار ہے کہ اس طرح ذکر کرتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! بلکہ یہ اوّابین میں ہے۔

غزوۂ تبوک میں انتقال ہوا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے۔ قریب جا کر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اترے ہوئے ہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اِرشاد فرما رہے ہیں کہ لاؤ اپنے بھائی کو مجھے پکڑا دو۔ دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا۔ دفن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سارا منظر دیکھ کر مجھے تمنّا ہوئی کہ یہ نعش تو میری ہوتی۔

حضرت فُضیل رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر صوفیہ میں ہیں وہ فرماتے ہیں کہ کسی عمل کو اس وجہ سے نہ کرنا کہ لوگ دیکھیں گے یہ بھی ریا میں داخل ہے اور اس وجہ سے کسی عمل کو کرنا تا کہ لوگ دیکھیں یہ شرک میں داخل ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض آدمی ذکر کی کنجیاں ہیں کہ جب ان کی صورت دیکھی جائے تو اللہ کا ذکر کیا جائے، یعنی ان کی صورت دیکھ کر ہی اللہ کا ذکر یاد آئے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کے ولی ہیں وہ لوگ جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں اور اس کے کلام سے علم میں ترقی ہوتی ہو اور اس کے اعمال سے آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو اور یہ بات جب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب کوئی شخص کثرت سے ذکر کا عادی ہو۔ اور جس کو خود ہی توفیق نہ ہو اس کو دیکھ کر کیا کسی کو اللہ کی یاد آ سکتی ہے۔ بعض لوگ پکار کر ذکر کرنے کو بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں، یہ خیال حدیث پر نظر کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب نے ایک رسالہ "سَبَاحَةُ الْفِكْرِ" اسی مسئلہ میں تصنیف فرمایا ہے جس میں تقریباً پچاس حدیثیں ایسی ذکر فرمائی ہیں جن سے جَہر (پکار کر) ثابت ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضروری امر ہے کہ شرائط کے ساتھ اپنی حدود کے اندر رہے، کسی کی اذیت کا سبب نہ ہو۔

(۱۶) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ جَلَّ شَانُہٗ اپنے (رحمت کے) سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جس دن

ظِلُّهٗ: اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَالشَّابُّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلٰى ذٰلِكَ وَ تَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ اِمْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ، فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ. (رواه البخاري ومسلم، وغيرهما، كذا في الترغيب والمشكوة، وفي الجامع الصغير برواية مسلم عن أبي هريرة و أبي سعيد معا، وذكر عدة طرقه أخرى)

اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایکؔ عادل بادشاہ۔ دوسرؔے وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ تیسرؔے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹک رہا ہو۔ چوتھؔے وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبّت ہو، اسی پر ان کا اجتماع ہو اسی پر جدائی۔ پانچویںؔ وہ شخص جس کو کوئی حسب نسب والی حسین عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہہ دے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے۔ چھٹےؔ وہ شخص جو ایسے مخفی طریق سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ ساتویںؔ وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگیں۔

ف: آنسو بہنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دیدہ و دانستہ اپنے معاصی اور گناہوں کو یاد کر کے رونے لگے اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غلبۂ شوق میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں۔ بروایت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ میری کون سی دعا قبول ہوئی۔ لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح معلوم ہو جاتا ہے؟ فرمانے لگے کہ جس دعا میں بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل دھڑکنے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ ان سات آدمیوں میں جن کا ذکر حدیث پاک میں وارد ہوا ایک وہ شخص بھی ہے جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور رونے لگے۔ اس شخص میں دو خوبیاں جمع ہیں اور دونوں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ ایک اخلاص کہ تنہائی میں اللہ کی یاد میں مشغول ہوا۔ دوسرا اللہ کا خوف یا شوق کہ دونوں میں رونا آتا ہے اور دونوں کمال ہیں۔

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

حدیث کے الفاظ ہیں "رَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا" (ایک وہ آدمی جو اللہ کا ذکر کرے اس حال میں کہ خالی ہو) صوفیہ نے لکھا ہے کہ خالی ہونے کے دو مطلب ہیں: ایک یہ کہ آدمیوں سے خالی ہو جس کے معنی تنہائی کے ہیں، یہ عام مطلب ہے۔ دوسرے یہ کہ دل اغیار سے خالی ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ اصل خلوت یہی ہے۔ اس لئے اکمل درجہ تو یہ ہے کہ دونوں خلوتیں حاصل ہوں، لیکن اگر کوئی شخص مجمع میں ہو اور دل غیروں سے بالکل خالی ہو اور ایسے وقت اللہ کے ذکر سے کوئی شخص رونے لگے تو وہ بھی اس میں داخل ہے کہ مجمع کا ہونا نہ ہونا اس کے حق میں برابر ہے۔ جب اس کا دل مجمع تو در کنار غیر اللہ کے التفات سے بھی خالی ہے تو اس کو مجمع کیا مُضِر ہوسکتا ہے۔ اللہ کی یاد میں یا اس کے خوف سے رونا بڑی دولت ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو حق تعالیٰ شانہٗ میسّر فرمادیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے وہ اس وقت تک جہنّم میں نہیں جاسکتا جب تک دودھ تھنوں میں واپس جائے (اور ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے، پس ایسا ہی اس کا جہنّم میں جانا بھی ناممکن ہے) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے حتیٰ کہ اس کے آنسوؤں میں سے کچھ زمین پر ٹپک جائے تو اس کو قیامت کے دن عذاب نہیں ہوگا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آنکھوں پر جہنّم کی آگ حرام ہے۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو اور دوسری وہ جو اسلام کی اور مسلمانوں کی کفار سے حفاظت کرنے میں جاگی ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے روئی ہو اس پر جہنّم کی آگ حرام ہے اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں جاگی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ ناجائز چیز (مثلاً نامحرم وغیرہ) پر پڑنے سے رک گئی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں ضائع ہوگئی ہو اس پر بھی جہنّم کی آگ حرام ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے والا ہو وہ ایسا ہے جیسے اکیلا کفار کے مقابلہ میں چل دیا ہو۔

(۱۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: یُنَادِیْ مُنَادٍ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَیْنَ اُولُوا الْاَلْبَابِ؟ قَالُوْا: اَیَّ اُولِی الْاَلْبَابِ تُرِیْدُ؟ قَالَ: الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ عُقِدَ لَهُمْ لِوَاءٌ فَاتَّبَعَ الْقَوْمُ لِوَائَهُمْ، وَقَالَ لَهُمْ اُدْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ. (أخرجه الأصبهاني في الترغيب، كذا في الدر)

حضورِ اقدس ﷺ کا اِرشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقلمندوں سے کون مراد ہیں؟ جواب ملے گا: وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے تھے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے (یعنی ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے) اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ! آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا کیا ہی نہیں۔ ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں، آپ ہم کو جہنّم کے عذاب سے بچالیجئے۔ اس کے بعد ان لوگوں کے لئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لئے جنّت میں داخل ہوجاؤ۔

ف: آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں یعنی اللہ کی قدرت کے مظاہر اور اس کی حکمتوں کے عجائب سوچتے ہیں جس سے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی معرفت میں قوت پیدا ہوتی ہے۔

الٰہی یہ عالَم ہے گلزار تیرا

اِبْنُ اَبِی الدُّنْیَا نے ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے جو چپ چاپ بیٹھے تھے۔ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا: کیا بات ہے، کس سوچ میں بیٹھے ہو؟ عرض کیا کہ مخلوقاتِ الٰہیہ کی سوچ میں ہیں۔ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ ہاں اللہ کی ذات میں غور نہ کیا کرو (کہ وہ وَرَاءُ الْوَرَاء ہے) اس کی مخلوقات میں غور کیا کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور ﷺ کی کوئی عجیب بات سنا دیجئے۔ فرمایا: حضور ﷺ کی کونسی بات ایسی

تھی جو عجیب نہ تھی۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لائے، میرے بستر پر میرے لحاف میں لیٹ گئے، پھر ارشاد فرمایا: چھوڑ میں تو اپنے رَبّ کی عبادت کروں۔ یہ فرما کر اٹھے، وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ کر رونا شروع کر دیا، یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک پر بہتے رہے، پھر اسی طرح رکوع میں روتے رہے، پھر سجدہ میں اسی طرح روتے رہے۔ ساری رات اسی طرح گذار دی حتیٰ کہ صبح کی نماز کے واسطے حضرت بلال رضی اللہ عنہ بلانے کے لئے آ گئے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ تو بخشے بخشائے ہیں، پھر آپ اتنا کیوں روئے؟ ارشاد فرمایا: میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں؟ پھر فرمایا: میں کیوں نہ روتا حالانکہ آج یہ آیتیں نازل ہوئیں (یعنی آیاتِ بالا "اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" سے "فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" تک) پھر فرمایا کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو ان کو پڑھے اور غور وفکر نہ کرے۔

عامر بن عبدِ قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے سنا ہے ایک سے، دو سے، تین سے نہیں (بلکہ ان سے زیادہ سے سنا ہے) کہ ایمان کی روشنی اور ایمان کا نور غور وفکر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی چھت پر لیٹا ہوا اور آسمان اور ستاروں کو دیکھ رہا تھا، پھر کہنے لگا، خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیدا کرنے والا بھی کوئی ضرور ہے، اے اللہ! تو میری مغفرت فرما دے۔ نظرِ رحمت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کی مغفرت ہوگئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک ساعت کا غور تمام رات کی عبادت سے افضل ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ ایک ساعت کا غور ان چیزوں میں اَسی ۸۰ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اُمِّ درداء رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ کی افضل ترین عبادت کیا تھی؟ فرمایا: غور وفکر۔ بروایتِ ابو ہریرہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک ساعت کا غور وفکر ساٹھ ۶۰ برس کی عبادت سے افضل ہے، لیکن ان روایتوں کا یہ مطلب نہیں کہ پھر عبادت کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر عبادت اپنی جگہ جو درجہ رکھتی ہے فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا مستحب اس کے چھوڑنے پر اسی درجہ کی وعید، عذاب یا ملامت ہوگی جس درجہ کی وہ عبادت ہوگی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ غور وفکر کو افضل عبادات اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں معنیٰ ذکر کے تو موجود ہوتے ہی ہیں، دو چیزوں کا اضافہ اور ہوتا ہے: ایک اللہ کی معرفت، اس لئے کہ غور وفکر معرفت کی کنجی ہے۔ دوسری اللہ کی محبّت کہ فکر پر یہ مرتب ہوتی ہے۔ یہی غور وفکر ہے جس کو صوفیہ مُراقبہ سے بھی تعبیر فرماتے ہیں، بہت سی روایات سے اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ مُسند ابویعلی میں بَروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد نقل کیا ہے کہ وہ ذکرِ خفی جس کو فرشتے بھی نہ سن سکیں ستّر درجہ دو چند ہوتا ہے۔ جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائیں گے اور کِرَاماً کاتبین اعمال نامے لے کر آئیں گے تو اِرشاد ہوگا کہ فلاں بندہ کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو تو اِرشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں، وہ ذکرِ خفی ہے۔ بَیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شُعَب'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس ذکر کو فرشتے بھی نہ سن سکیں وہ اس ذکر پر جس کو وہ سنیں، ستّر درجہ بڑھا ہوا ہے۔ یہی مراد ہے اس شعر سے جس میں کہا گیا ہے ؎

میانِ عاشق ومعشوق رمزے است   کِراماً کاتبین راہم خبر نیست

کہ عاشق ومعشوق میں ایسی رَمز ہوتی ہے جس کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی۔

کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو ایک لحظہ بھی غفلت نہیں ہوتی کہ ان کی ظاہری عبادات تو اپنے اپنے اجر وثواب حاصل کریں ہی گی، یہ ہر وقت کا ذکر وفکر پوری زندگی کے اوقات میں ستر گنا مزید برآں، یہی چیز ہے جس نے شیطان کو دِق کر رکھا ہے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے، وہ کہنے لگا کہ یہ کوئی آدمی ہیں، آدمی وہ ہیں جو ''شونیزیہ'' کی مسجد میں بیٹھے ہیں جنہوں نے میرے بدن کو دبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیئے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ''شونیزیہ'' کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں، جب

انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دھوکہ میں نہ پڑ جانا۔ مسوحی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس کے قریب ہی نقل کیا گیا ہے۔ انہوں نے شیطان کو ننگا دیکھا۔ انہوں نے کہا: تجھے آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی؟ کہنے لگا: خدا کی قسم! یہ آدمی نہیں۔ اگر یہ آدمی ہوتے تو میں ان کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں۔ آدمی وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے بدن کو بیمار کر دیا اور صوفیہ کی جماعت کی طرف اشارہ کیا۔

ابوسعید خرّاز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں لکڑی سے مارنے لگا۔ اس نے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرتا، یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ بہترین ذِکر، ذِکرِ خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ بہترین ذکر ذکرِ خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو (یعنی نہ کم ہو کہ گذر نہ ہو سکے نہ زیادہ ہو کہ تکبّر اور فواحش میں مبتلا کرے) ابن حبّان اور ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہما نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد نقل کیا ہے کہ اللہ کو ذِکرِ خامل سے یاد کیا کرو۔ کسی نے دریافت کیا کہ ذِکرِ خامل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مخفی ذِکر، ان سب روایات سے ذکرِ خفی کی افضیلت معلوم ہوتی ہے اور ابھی قریب ہی وہ روایت گذر چکی جس میں مجنون کہنے کا ذکر گذرا ہے، دونوں مستقل چیزیں ہیں جو حالات کے اعتبار سے مختلف ہیں، اس کو شیخ تجویز کرتا ہے کہ کس شخص کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے۔

(۱۸) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، قَالَ نَزَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِيْ بَعْضِ اَبْيَاتِهٖ، "وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ" فَخَرَجَ يَلْتَمِسُهُمْ، فَوَجَدَ قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِمْ ثَائِرُ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ میں تھے کہ آیت "وَاصْبِرْ نَفْسَكَ" نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے: "اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس (بیٹھنے کا) پابند کیجئے جو صبح شام اپنے رَب کو پکارتے ہیں"۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے

الرَّأْسِ، وَجَافُّ الْجِلْدِ، وَذُو الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، فَلَمَّا رَاٰهُمْ جَلَسَ مَعَهُمْ، وَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ اَمَرَنِیْ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَهُمْ. (أخرجه ابن جرير و الطبراني وابن مردويه: كذا في الدر)

پر ان لوگوں کی تلاش میں نکلے، ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے، بعض لوگ ان میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں (کہ ننگے بدن ایک لنگی صرف ان کے پاس ہے) جب حضور ﷺ نے ان کو دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

ف: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو تلاش فرمایا تو مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے پایا کہ ذِکرُ اللہ میں مشغول تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری زندگی ہی میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔ پھر فرمایا تم ہی لوگوں کے ساتھ زندگی ہے اور تمہارے ہی ساتھ مرنا ہے یعنی مرنے جینے کے ساتھی اور رفیق تم ہی لوگ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سلمان فارسی وغیرہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت ذکر اللہ میں مشغول تھی، حضور ﷺ تشریف لائے تو یہ لوگ چپ ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم کیا کر رہے تھے؟ عرض کیا: ذِکرِ الٰہی میں مشغول تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رحمت الٰہی تم لوگوں پر اتر رہی ہے تو میرا بھی دل چاہا کہ آ کر تمہارے ساتھ شرکت کروں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰه، اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ سے مراد ذاکرین کی جماعت ہے۔ ان ہی جیسے احکام سے صوفیہ نے استنباط کیا ہے کہ مشائخ کو بھی مریدین کے پاس بیٹھنا ضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہنچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لئے بھی مجاہدہ تامہ ہے کہ غیر مہذب لوگوں کی بدعنوانیوں کے تحمل اور برداشت سے نفس میں اِنقیاد پیدا ہوگا، اس کی قوت میں انکسار پیدا ہوگا۔ اس کے علاوہ قلوب کے اجتماع کو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی رحمت اور

رافت کے متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے۔ اسی وجہ سے جماعت کی نماز مشروع ہوئی اور یہی بڑی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حجاج بیک حال ایک میدان میں اللہ کی طرف متوجہ کئے جاتے ہیں جیسا کہ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں متعدد جگہ اس مضمون کو اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ سب اس جماعت کے بارے میں ہے جو اللہ کا ذکر کرنے والی ہو کہ احادیث میں کثرت سے اس کی ترغیب آئی ہے۔ اس کے بالمقابل اگر کوئی شخص غافلین کی جماعت میں پھنس جائے اور اس وقت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو اس کے بارے میں بھی احادیث میں کثرت سے فضائل آئے ہیں۔ ایسے موقع پر آدمی کو اور بھی زیادہ اہتمام اور توجہ سے اللہ کی طرف مشغول رہنا چاہئے، تاکہ ان کی نحوست سے محفوظ رہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ غافلین کی جماعت میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ جہاد میں بھاگنے والوں کی جماعت میں سے کوئی شخص جم کر مقابلہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے بھاگنے والوں کی طرف سے کفار کا مقابلہ کرے۔

نیز وہ ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ، نیز وہ ایسا ہے جیسے پت جھڑ والے درختوں میں کوئی شاداب سرسبز درخت ہو۔ ایسے شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ اس کا جنّت کا گھر پہلے ہی دکھا دیں گے اور ہر آدمی اور حیوان کے برابر اس کی مغفرت کی جاوے گی۔ یہ جب ہے کہ ان مجالس میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو، ورنہ ایسی مجالس کی شرکت کی ممانعت آئی ہے، حدیث میں ہے کہ عُشَیرہ یعنی یارانہ کی مجالس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یعنی ایسی مجالس سے جن میں غیر اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہو، لغویات اور لہو ولعب میں مشغولی ہوتی ہو۔

ایک بزرگ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ بازار جا رہا تھا، ایک حبشن باندی میرے ساتھ تھی۔ میں نے بازار میں ایک جگہ اس کو بٹھا دیا کہ میں واپسی میں اس کو لے لوں گا، وہ وہاں سے چلی آئی۔ جب میں نے واپسی پر اس کو وہاں نہ دیکھا تو مجھے غصہ آیا، میں گھر واپس آیا تو وہ باندی آئی اور کہنے لگی: میرے آقا خفگی میں جلدی نہ کریں۔ آپ مجھے ایسے لوگوں کے پاس چھوڑ گئے جو اللہ کے ذکر سے غافل تھے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہو، وہ زمین میں دھنس نہ جائیں اور میں بھی ان کے ساتھ عذاب میں دھنس نہ جاؤں۔

(۱۹) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فِيْمَا يَذْكُرُ عَنْ رَّبِّهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی، اُذْكُرْنِیْ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الْفَجْرِ سَاعَةً، اَكْفِكَ فِيْمَا بَيْنَهُمَا. (أخرجه احمد، كذا في الدر)

حضورِ اقدس ﷺ، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کر لیا کر، میں درمیانی حصّہ میں تیری کفایت کروں گا (ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر کیا کر، وہ تیری مطلب براری میں معین ہوگا)

ف: آخرت کے واسطے نہ سہی دنیا کے واسطے ہم لوگ کیسی کیسی کوشش کر ڈالتے ہیں، کیا بگڑ جائے اگر تھوڑی سی دیر صبح اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر بھی کر لیا کریں کہ احادیث میں کثرت سے ان دو وقتوں میں اللہ کے ذکر کے فضائل وارد ہوئے ہیں اور جب اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کفایت کا وعدہ فرماتے ہیں، پھر کسی دوسری چیز کی کیا ضرورت باقی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار عرب غلام آزاد کروں۔ اسی طرح ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند ہے چار غلام آزاد کرنے سے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص صبح کی نماز جماعت سے پڑھے پھر آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے اور پھر دو رکعت نفل پڑھے اس کو ایسا ثواب ملے گا جیسا کہ حج اور عمرہ پر ملتا ہے اور حج اور عمرہ بھی وہ جو کامل ہو۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں ایک جماعت کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد سے آفتاب نکلنے تک ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک ایک ایسی جماعت کے ساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے۔ ان ہی وجوہ سے صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد اوراد کا معمول ہے اور حضراتِ صوفیہ کے یہاں تو ان دونوں وقتوں کا خاص اہتمام ہے کہ صبح کی نماز کے بعد عموماً اشغال میں اہتمام فرماتے ہیں اور عصر کے بعد اوراد کا اہتمام کرتے ہیں، بالخصوص

فجر کے بعد فقہاء بھی اہتمام فرماتے ہیں۔

''مُدَوَّنہ'' میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوعِ آفتاب تک باتیں کرنا مکروہ ہیں اور حنفیہ میں سے صاحبِ درمختار رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس وقت باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد اسی ہیئت سے بیٹھے ہوئے بولنے سے قبل یہ دعا دس مرتبہ پڑھے: ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ'' (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، سارا ملک دنیا اور آخرت کا اسی کا ہے اور جتنی خوبیاں ہیں وہ اس پاک ذات کے لئے ہیں، وہی زندہ کرتا ہے، وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں، دس برائیاں معاف فرمائی جائیں اور جنّت میں دس درجے بلند کئے جائیں اور تمام دن شیطان سے اور مکروہات سے محفوظ رہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے جو صبح اور عصر کے بعد ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ'' (میں اسی اللہ سے جو زندہ ہے، ہمیشہ رہنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتا ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں، توبہ کرتا ہوں) تین مرتبہ پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

(۲۰) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَ مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ، وَعَالِمًا وَمُتَعَلِّمًا (رواه الترمذي وابن ماجة والبيهقي، وقال الترمذي: حديث حسن،

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ دنیا مَلْعُون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون (اللہ کی رحمت سے دور) ہے، مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اس کے قریب ہو اور عالم اور طالبِ علم۔

كذا في الترغيب، وذكره في الجامع الصغير برواية ابن ماجة ورقم له بالحسن، وذكره في مجمع الزوائد برواية الطبراني في الأوسط عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ، وكذا السيوطي في الجامع الصغير، وذكره برواية البزار عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ بلفظ "اِلَّا اَمْرًا بِمَعْرُوْفٍ اَوْنَهْيًا عَنْ مُنْكَرٍ اَوْذِكْرَ اللّٰهِ" رقم له بالصحة)

ف: اس کے قریب ہونے سے مراد ذکر کے قریب ہونا بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں وہ چیزیں مراد ہوں گی جو اللہ کے ذکر میں معین و مددگار ہوں جن میں کھانا پینا بھی بقدرِ ضرورت داخل ہے اور زندگی کے اَسبابِ ضروریہ بھی اس میں داخل ہیں اور اس صورت میں اللہ کا ذکر ہر چیز کو جو عبادت کی قبیل سے ہو شامل ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے قریب ہونے سے اللہ کا قرب مراد ہو، تو اس صورت میں ساری عبادتیں اس میں داخل ہوں گی اور اللہ کے ذکر سے مخصوص ذکر مراد ہوگا اور دونوں صورتوں میں علم ان میں خود داخل ہوگیا تھا۔ پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ علم ہی اللہ کے ذکر کے قریب لے جاتا ہے کہ "بے علم نتواں خدارا شناخت" (بغیر علم کے اللہ کو پہچان نہیں سکتا) اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ علم سے بڑھ کر کون سی عبادت ہوگی، لیکن اس کے باوجود پھر عالم اور طالبِ علم کو علیحدہ اہتمام کی وجہ سے فرمایا کہ علم بہت ہی بڑی دولت ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے اور اس کی طلب (یعنی تلاش کے لئے کہیں جانا) عبادت ہے اور اس کا یاد کرنا تسبیح ہے اور اس کی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے اور اس کا پڑھنا صدقہ ہے اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قُربت ہے۔ اس لئے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کے لئے علامت ہے اور جنّت کے راستوں کا نشان ہے، وحشت میں جی بہلانے والا ہے اور سفر کا ساتھی ہے (کہ کتاب کا دیکھنا دونوں کام دیتا ہے اسی طرح) تنہائی میں ایک محدّث ہے، خوشی اور رنج میں دلیل ہے، دشمنوں پر ہتھیار ہے دوستوں کے لئے، حق تعالیٰ شانہٗ اسکی وجہ سے ایک جماعت (علماء) کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ ان کے نشانِ قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کا اتباع کیا جائے، ان کی رائے کی طرف رجوع کیا جائے۔ فرشتے ان سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں۔ اپنے پروں کو (برکت حاصل کرنے کے لئے یا محبّت کے طور پر) ان پر مَلتے ہیں اور ہر تر اور خشک چیز دنیا کی ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور چوپائے اور زہریلے جانور (سانپ وغیرہ) تک بھی دعائے مغفرت کرتے

رہتے ہیں اور یہ سب اس لئے کہ علم دلوں کی روشنی ہے، آنکھوں کا نور ہے۔ علم کی وجہ سے بندہ امت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کر لیتا ہے، اس کا مطالعہ روزوں کے برابر ہے، اس کا یاد کرنا تہجّد کے برابر ہے۔ اُسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں اور اسی سے حلال وحرام کی پہچان ہوتی ہے، وہ عمل کا امام ہے اور عمل اس کا تابع ہے۔ سعید لوگوں کو اس کا اِلہام کیا جاتا ہے اور بد بخت اس سے محروم رہتے ہیں۔ اس حدیث پر مجموعی طور سے بعض نے کلام کیا ہے، لیکن جس قسم کے فضائل اس میں ذکر کئے گئے ہیں ان کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے، نیز ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئے ہیں اس وجہ سے عالم اور طالبِ علم کو خاص طور سے حدیثِ بالا میں ذکر فرمایا ہے۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ایک مشہور محدّث ہیں، انہوں نے ایک مبسوط رسالہ عربی میں "اَلْوَابِلُ الصَّیِّب" کے نام سے ذکر کے فضائل میں تصنیف کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ذکر میں سَو سے بھی زیادہ فائدے ہیں، ان میں سے نمبروار ۷۹ (اُناسی) فائدے انہوں نے ذکر فرمائے ہیں جن کو مختصراً اس جگہ ترتیب وار نقل کیا جاتا ہے اور چونکہ بہت سے فوائد ان میں ایسے ہیں جو کئی کئی فائدوں کو شامل ہیں اس لحاظ سے یہ سَو سے زیادہ کو مشتمل ہیں:

(۱) ذکر شیطان کو دفع کرتا ہے اور اس کی قوت کو توڑتا ہے۔

(۲) اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی خوشنودی کا سبب ہے۔

(۳) دل سے فکر وغم کو دور کرتا ہے۔

(۴) دل میں فرحت، سرور اور انبساط پیدا کرتا ہے۔

(۵) بدن کو اور دل کو قوت بخشتا ہے۔

(۶) چہرہ اور دل کو منور کرتا ہے۔

(۷) رزق کو کھینچتا ہے۔

(۸) ذکر کرنے والے کو ہیبت اور حلاوت کا لباس پہناتا ہے، یعنی اس کے دیکھنے سے رُعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت نصیب ہوتی ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ شانہٗ کی محبّت پیدا کرتا ہے اور محبّت ہی اسلام کی روح اور دین کا مرکز ہے اور سعادت اور نجات کا مدار ہے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی محبّت تک اس کی رسائی ہو اس کو چاہئے کہ اس کے ذکر کی کثرت کرے۔ جیسا کہ پڑھنا اور تکرار کرنا علم کا دروازہ ہے اسی طرح اللہ کا ذکر اس کی محبّت کا دروازہ ہے۔

(۱۰) ذکر سے مُراقبہ نصیب ہوتا ہے جو مرتبۂ احسان تک پہنچا دیتا ہے، یہی مرتبہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی نصیب ہوتی ہے گویا اللہ جَلَّ شَانُہٗ کو دیکھ رہا ہے (یہی مرتبہ صوفیہ کا منتہائے مقصد ہوتا ہے)۔

(۱۱) اللہ کی طرف رجوع پیدا کرتا ہے جس سے رفتہ رفتہ یہ نوبت آ جاتی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالیٰ شانہٗ اس کی جائے پناہ اور مَاویٰ و مَلجا بن جاتے ہیں اور ہر مصیبت میں اسی کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔

(۱۲) اللہ کا قرب پیدا کرتا ہے اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی قرب میں اضافہ ہوتا ہے اور جتنی ذکر سے غفلت ہوتی ہے اتنی ہی اللہ سے دوری ہوتی ہے۔

(۱۳) اللہ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے۔

(۱۴) اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی ہیبت اور اس کی بڑائی دل میں پیدا کرتا ہے اور اللہ کے ساتھ حضوری پیدا کرتا ہے۔

(۱۵) اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی بارگاہ میں ذکر کا سبب ہے، چنانچہ کلامِ پاک میں ارشاد ہے: "فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ" اور حدیث میں وارد ہے: "مَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ" الحدیث، چنانچہ آیات اور احادیث کے بیان میں پہلے مفصل گذر چکا ہے، اگر ذکر میں اس کے سوا اور کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تب بھی شرافت اور کرامت کے اعتبار سے یہی ایک فضیلت کافی تھی چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی فضیلتیں ہیں۔

(۱۶) دل کو زندہ کرتا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کے لئے ایسا ہے جیسا مچھلی کے لئے پانی۔ خود غور کر لو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے۔

(۱۷) دل اور روح کی روزی ہے اگر ان دونوں کو اپنی روزی نہ ملے تو ایسا ہے جیسا بدن کو اس کے روزی (یعنی کھانا) نہ ملے۔

(۱۸) دل کو زنگ سے صاف کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے، ہر چیز پر اس کے مناسب زنگ اور میل کچیل ہوتا ہے، دل کا میل اور زنگ خواہشات اور غفلت ہیں، یہ اس کے لئے صفائی کا کام دیتا ہے۔

(۱۹) لغزشوں اور خطاؤں کو دور کرتا ہے۔

(۲۰) بندہ کو اللہ جَلَّ شَانُہٗ سے جو وحشت ہوتی ہے اس کو دور کرتا ہے کہ غافل کے دل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر ہی سے دور ہوتی ہے۔

(۲۱) جو اَذکار بندہ کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے (باب نمبر ۳ فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۱۷)۔

(۲۲) جو شخص راحت میں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا ذکر کرتا ہے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ مصیبت کے وقت اس کو یاد کرتا ہے۔

(۲۳) اللہ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے۔

(۲۴) سکینہ اور رحمت کے اترنے کا سبب ہے اور فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں (سکینہ کے معنی بابِ ہٰذا کی فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۸ میں گذر چکے ہیں)۔

(۲۵) اس کی برکت سے زبان غیبت، چغل خوری، جھوٹ، بدگوئی، لغوگوئی سے محفوظ رہتی ہے، چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہو جاتی ہے وہ ان اشیاء سے عموماً محفوظ رہتا ہے اور جس کی زبان عادی نہیں ہوتی ہر نَوع کی لغویات میں مبتلا رہتا ہے۔

(۲۶) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں اور لغویات اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں، اب آدمی کو اختیار ہے جس قسم کی مجلسوں کو چاہے پسند کرلے اور ہر شخص اسی کو پسند کرتا ہے جس سے مناسبت رکھتا ہے۔

(۲۷) ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سعید (نیک بخت) ہوتا ہے اور اس کے پاس

بیٹھنے والا بھی، اور غفلت یا لغویات میں مبتلا ہونے والا خود بھی بدبخت ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی۔

(۲۸) قیامت کے دن حسرت سے محفوظ رہتا ہے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ مجلس جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہے۔

(۲۹) ذکر کے ساتھ اگر تنہائی کا رونا بھی نصیب ہو جائے تو قیامت کے دن کی تپش اور گرمی میں جب کہ ہر شخص میدانِ حشر میں بلبلا رہا ہوگا، یہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔

(۳۰) ذکر میں مشغول رہنے والوں کو ان سب چیزوں سے زیادہ ملتا ہے جو دعائیں مانگنے والوں کو ملتی ہیں، حدیث میں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے دعا سے روک دیا اس کو میں دعائیں مانگنے والوں سے افضل عطا کروں گا۔

(۳۱) باوجود سہل ترین عبادت ہونے کے تمام عبادتوں سے افضل ہے، اس لئے کہ زبان کو حرکت دینا بدن کے اور تمام اعضاء کو حرکت دینے سے سہل ہے۔

(۳۲) اللہ کا ذکر جنّت کے پودے ہیں (چنانچہ باب نمبر ۳ فصل ۲ حدیث نمبر ۴ میں مفصل آ رہا ہے)۔

(۳۳) جس قدر بخشش اور انعام کا وعدہ اس پر ہے اتنا کسی اور عمل پر نہیں ہے، چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْـمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ" سَو مرتبہ کسی دن پڑھے تو اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور سَو نیکیاں اس کے لئے لکھی جاتی ہیں اور سَو برائیاں اس سے معاف کر دی جاتی ہیں اور شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا کوئی شخص اس سے افضل نہیں ہوتا مگر وہ شخص کہ جو اس سے زیادہ عمل کرے۔ اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جن سے ذکر کا افضلِ اعمال ہونا معلوم ہوتا ہے (اور بہت سی ان میں سے اس رسالہ میں مذکور ہیں)۔

(۳۴) دوامِ ذکر کی بدولت اپنے نفس کو بھولنے سے امن نصیب ہوتا ہے جو سبب ہے

دارین کی شقاوت کا۔ اس لئے کہ اللہ کی یاد کو بھلا دینا سبب ہوتا ہے خود اپنے نفس کے بھلا دینے کا اور اپنے تمام مصالح کے بھلا دینے کا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے "وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝" (الحشر: ۱۹) (تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے اللہ سے بے پروائی کی، پس اللہ نے ان کو اپنی جانوں سے بے پرواہ کر دیا یعنی ان کی عقل ایسی ماری گئی کہ اپنے حقیقی نفع کو نہ سمجھا) اور جب آدمی اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے تو اس کی مصالح سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ سبب ہلاکت کا بن جاتا ہے، جیسا کہ کسی شخص کی کھیتی یا باغ ہو اور اس کو بھول جائے، اس کی خبر گیری نہ کرے تو لامحالہ وہ ضائع ہو گا۔ اور اس سے امن جب ہی مل سکتا ہے جب اللہ کے ذکر سے زبان کو ہر وقت تر و تازہ رکھے اور ذکر اس کو ایسا محبوب ہو جائے جیسا کہ پیاس کی شدت کے وقت پانی اور بھوک کے وقت کھانا اور سخت گرمی اور سخت سردی کے وقت مکان اور لباس، بلکہ اللہ کا ذکر اس سے زیادہ کا مستحق ہے۔ اس لئے کہ ان اشیاء کے نہ ہونے سے بدن کی ہلاکت ہے جو روح کی اور دل کی ہلاکت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

(۳۵) ذکر آدمی کی ترقی کرتا رہتا ہے بستر پر بھی اور بازار میں بھی، صحت میں بھی اور بیماری میں بھی، نعمتوں اور لذتوں کے ساتھ مشغولی میں بھی، اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہو۔ حتیٰ کہ جس کا دل نورِ ذکر سے منور ہو جاتا ہے وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیداروں سے بڑھ جاتا ہے۔

(۳۶) ذکر کا نور دنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں پل صراط پر آگے آگے چلتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے: "أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا" (الانعام: ۱۲۲) ایسا شخص جو پہلے مردہ یعنی گمراہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ یعنی مسلمان بنا دیا اور اس کو ایسا نور دے دیا کہ وہ اس نور کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے، یعنی وہ نور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے، کیا

ایسا شخص بدحالی میں اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو گمراہیوں کی تاریکیوں میں گھرا ہو کہ ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا)۔ پس اول شخص مؤمن ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی محبت اور اس کی معرفت اور اس کے ذکر سے منور ہے اور دوسرا شخص ان چیزوں سے خالی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ نور نہایت مُہتَم بالشان چیز ہے اور اسی میں پوری کامیابی ہے۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ اس کی طلب اور دعا میں مبالغہ فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہر ہر جزو میں نور کو طلب فرماتے تھے، چنانچہ احادیث میں متعدد دعائیں ایسی ہیں جن میں حضورِ اقدس ﷺ نے اس کی دعا فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کے گوشت میں، ہڈیوں میں، پٹھوں میں، بال میں، کھال میں، کان میں، آنکھ میں، اوپر، نیچے، دائیں، بائیں، آگے، پیچھے نور ہی نور کر دے حتیٰ کہ یہ بھی دعا کی کہ خود مجھی کو سرتاپا نور بنا دے کہ آپ کی ذات ہی نور بن جائے۔ اسی نور کے بقدر اعمال میں نور ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں کے نیک عمل ایسی حالت میں آسمان پر جاتے ہیں کہ ان پر آفتاب جیسا نور ہوتا ہے اور ایسا ہی نور ان کے چہروں پر قیامت کے دن ہوگا۔

(۳۷) ذکر، تصوف کا اصل اصول ہے اور تمام صوفیہ کے سب طریقوں میں رائج ہے۔ جس شخص کے لئے ذکر کا دروازہ کھل گیا ہے اس کے لئے اللہ جَلَّ شَانُہٗ تک پہنچنے کا دروازہ کھل گیا اور جو اللہ جَلَّ شَانُہٗ تک پہنچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے۔

(۳۸) آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی پُر نہیں ہوتا اور جب ذکر دل پر مسلّط ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو پُر کرتا ہے بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے اور بغیر کنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بنا دیتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جو شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ باوجود مال و دولت، کنبہ اور حکومت کے ذلیل ہوتا ہے۔

(۳۹) ذکر پراگندہ کو مجتمع کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرتا ہے، دور کو قریب کرتا ہے اور

قریب کو دور کرتا ہے۔ پراگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل میں جو متفرق ہموم، غموم، تفکرات، پریشانیاں ہوتی ہیں ان کو دور کر کے جمعیّت خاطر پیدا کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو تفکرات مجتمع ہیں ان کو متفرق کر دیتا ہے اور آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ جمع ہو گئے ہیں ان کو پراگندہ کر دیتا ہے اور جو شیطان کے لشکر آدمی پر مسلّط ہیں ان کو پراگندہ کر دیتا ہے اور آخرت کو جو دور ہے قریب کر دیتا ہے اور دنیا کو جو قریب ہے دور کر دیتا ہے۔

(۴۰) ذکر آدمی کے دل کو نیند سے جگاتا ہے، غفلت سے چوکنا کرتا ہے اور دل جب تک سوتا رہتا ہے اپنے سارے ہی منافع کھوتا رہتا ہے۔

(۴۱) ذکر ایک درخت ہے جس پر معارف کے پھل لگتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں احوال اور مقامات کے پھل لگتے ہیں اور جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہوگی اور جتنی جڑ مضبوط ہوگی اتنے ہی زیادہ پھل اس پر آئیں گے۔

(۴۲) ذکر اس پاک ذات کے قریب کر دیتا ہے جس کا ذکر کر رہا ہے حتیٰ کہ اس کے ساتھ معیّت نصیب ہو جاتی ہے، چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے: "اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا" (اللہ جَلَّ شَانُہٗ متقیوں کے ساتھ ہے) اور حدیث میں وارد ہے: "اَنَا مَعَ عَبْدِیْ مَا ذَکَرَنِیْ" (میں اپنے بندے کے ساتھ رہتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا رہے) ایک حدیث میں ہے کہ میرا ذکر کرنے والے میرے آدمی ہیں، میں ان کو اپنی رحمت سے دور نہیں کرتا۔ اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہیں تو میں ان کا حبیب ہوں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں ان کا طبیب ہوں کہ ان کو پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہوں تاکہ ان کو گناہوں سے پاک کروں، نیز ذکر کی وجہ سے جو اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی معیّت نصیب ہوتی ہے وہ ایسی معیّت ہے جس کے برابر کوئی دوسری معیّت نہیں ہے، نہ وہ زبان سے تعبیر ہو سکتی ہے نہ تحریر میں آسکتی ہے، اس کی لذت وہی جان سکتا ہے جس کو یہ نصیب ہو جاتی ہے (اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ مِنْہُ شَیْئًا)۔

(۴۳) ذکر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے، مالوں کے خرچ کرنے کے برابر ہے،

اللہ کے راستے میں جہاد کے برابر ہے (بہت سی روایات میں اس قسم کے مضامین گذر بھی چکے ہیں اور آئندہ بھی آنے والے ہیں)۔

(۴۴) ذکر شکر کی جڑ ہے جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے عرض کیا: آپ نے مجھ پر بہت احسانات کیے ہیں، مجھے طریقہ بتا دیجئے کہ میں آپ کا بہت شکر ادا کروں۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے ارشاد فرمایا کہ جتنا بھی تم میرا ذکر کرو گے اتنا ہی شکر ادا ہوگا۔ دوسری حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ درخواست ذکر کی گئی ہے کہ یا اللہ! تیری شان کے مناسب شکر کس طرح ادا ہو؟ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے فرمایا کہ تمہاری زبان ہر وقت ذکر کے ساتھ تر و تازہ رہے۔

(۴۵) اللہ کے نزدیک پرہیز گار لوگوں میں زیادہ معزز وہ لوگ ہیں جو ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہوں اس لئے کہ تقویٰ کا مُنتہا جنّت ہے اور ذکر کا مُنتہا اللہ کی معیّت ہے۔

(۴۶) دل میں ایک خاص قسم کی قسوت (سختی) ہے جو ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی نرم نہیں ہوتی۔

(۴۷) ذِکر دل کی بیماریوں کا علاج ہے۔

(۴۸) ذکر اللہ کے ساتھ دوستی کی جڑ ہے اور ذکر سے غفلت اس کے ساتھ دشمنی کی جڑ ہے۔

(۴۹) اللہ کے ذکر کے برابر کوئی چیز نعمتوں کی کھینچنے والی اور اللہ کے عذاب کو ہٹانے والی نہیں ہے۔

(۵۰) ذکر کرنے والے پر اللہ کی صلوٰۃ (رحمت) اور فرشتوں کی صلوٰۃ (دعا) ہوتی ہے۔

(۵۱) جو شخص یہ چاہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی جنّت کے باغوں میں رہے وہ ذکر کی مجالس میں بیٹھے، کیونکہ یہ مجالس جنّت کے باغ ہیں۔

(۵۲) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں (احادیثِ مذکورہ میں یہ مضمون مفصّل گذر چکا ہے)۔

(۵۳) اللہ جَلَّ شَانُہٗ ذکر کرنے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں۔

(۵۴) ذکر پر مداومت کرنے والا جنّت میں ہنستا ہوا داخل ہوگا۔

(۵۵) تمام اعمال اللہ کے ذکر ہی کے واسطے مقرر کئے گئے ہیں۔

(۵۶) تمام اعمال میں وہی عمل افضل ہے جس میں ذکر کثرت سے کیا جائے، روزوں میں وہ روزہ افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو، حج میں وہ حج افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو۔ اسی طرح اور اعمال جہاد وغیرہ کا حکم ہے۔

(۵۷) یہ نوافل اور دوسری نفل عبادات کے قائم مقام ہے، چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فقراء نے حضور ﷺ سے شکایت کی کہ یہ مال دار لوگ بڑے بڑے درجے حاصل کرتے ہیں، یہ روزے نماز میں ہمارے شریک ہیں اور اپنے مالوں کی وجہ سے حج، عمرہ اور جہاد میں ہم سے سبقت لے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس سے کوئی شخص تم تک نہ پہنچ سکے مگر وہ شخص جو یہ عمل کرے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ہر نماز کے بعد "سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ" پڑھنے کوفرمایا (جیسا کہ باب نمبر۳ فصل نمبر۲ حدیث نمبر۷ میں آرہا ہے) کہ حضور ﷺ نے حج، عمرہ، جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا ہے۔

(۵۸) ذکر دوسری عبادات کے لئے بڑا معین و مددگار ہے کہ اس کی کثرت سے ہر عبادت محبوب بن جاتی ہے اور عبادات میں لذت آنے لگتی ہے اور کسی عبادت میں بھی مشقت اور بار نہیں رہتا۔

(۵۹) ذکر کی وجہ سے ہر مشقت آسان بن جاتی ہے اور ہر دشوار چیز سہل ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے بوجھ میں خفت ہو جاتی ہے اور ہر مصیبت زائل ہو جاتی ہے۔

(۶۰) ذکر کی وجہ سے دل سے خوف و ہراس دور ہو جاتا ہے، ڈر کے مقام پر اطمینان پیدا کرنے اور خوف کے زائل کرنے میں اللہ کے ذکر کو خصوصی دخل ہے اور اس کی یہ خاص تاثیر ہے، جتنی ہی ذکر کی کثرت ہوگی اتنا ہی اطمینان نصیب ہوگا اور خوف زائل ہوگا۔

(۶۱) ذکر کی وجہ سے آدمی میں ایک خاص قوت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے ایسے کام اس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو دشوار نظر آتے ہیں۔ حضورِ اقدس ﷺ نے اپنی

بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جب انہوں نے چکی کی مشقت اور کاروبار کی دشواری کی وجہ سے ایک خادم طلب کیا تو سوتے وقت سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ خادم سے بہتر ہے۔

(۶۲) آخرت کے لئے کام کرنے والے سب دوڑ رہے ہیں اور اس دوڑ میں ذاکرین کی جماعت سب سے آگے ہے، عُمر مَولیٰ غُفرہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ قیامت میں جب لوگوں کو اعمال کا ثواب ملے گا تو بہت سے لوگ اس وقت حسرت کریں گے کہ ہم نے ذکر کا اہتمام کیوں نہ کیا کہ سب سے زیادہ سہل عمل تھا۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ مُفَرِّد لوگ آگے بڑھ گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ مفرد لوگ کون ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر پر مر مٹنے والے کہ ذکر ان کے بوجھوں کو ہلکا کر دیتا ہے۔

(۶۳) ذکر کرنے والے کی اللہ تعالیٰ شانہٗ تصدیق کرتے ہیں اور اس کو سچا بتاتے ہیں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ خود سچا بتائیں اس کا حشر جھوٹوں کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں: میرے بندے نے سچ کہا۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں۔

(۶۴) ذکر سے جنّت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں۔ جب بندہ ذکر سے رک جاتا ہے تو فرشتے تعمیر سے رک جاتے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فلاں تعمیر تم نے کیوں روک دی؟ تو وہ کہتے ہیں کہ اس تعمیر کا خرچ ابھی تک آیا نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ" سات مرتبہ پڑھے ایک گنبد اس کے لئے جنّت میں تعمیر ہو جاتا ہے۔

(۶۵) ذکر جہنّم کے لئے آڑ ہے اگر کسی بدعملی کی وجہ سے جہنّم کا مستحق ہو جائے تو ذکر درمیان میں آڑ بن جاتا ہے اور جتنی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی پختہ آڑ ہوگی۔

(۶۶) ذکر کرنے والے کے لئے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ حضرت عَمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جب بندہ "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ" کہتا ہے یا "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" کہتا ہے تو فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما۔

(۶۷) جس پہاڑ پر یا میدان میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ فخر کرتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دے کر پوچھتا ہے کہ کوئی ذکر کرنے والا تجھ پر آج گذرا ہے، اگر وہ کہتا ہے کہ گذرا ہے، تو وہ خوش ہوتا ہے۔

(۶۸) ذکر کی کثرت نفاق سے بَری ہونے کا اطمینان (اور سند) ہے کیونکہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے منافقوں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ "لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا o" (نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑا سا) کَعب احبار رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے وہ نفاق سے بَری ہے۔

(۶۹) تمام نیک اعمال کے مقابلہ میں ذکر کے لئے ایک خاص لذت ہے جو کسی عمل میں بھی نہیں پائی جاتی اگر ذِکر میں اس لذت کے سوا کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تو یہی چیز اس کی فضیلت کے لئے کافی تھی۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لذت پانے والے کسی چیز میں بھی ذکر کے برابر لذت نہیں پاتے۔

(۷۰) ذکر کرنے والوں کے چہرہ پر دنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا۔

(۷۱) جو شخص راستوں میں اور گھروں میں، سفر میں اور حضر میں کثرت سے ذکر کرے قیامت میں اس کے گواہی دینے والے کثرت سے ہوں گے۔ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں "یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا o" (الزلزال: ٤) (اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے لاعلمی ظاہر کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ جس مرد و عورت نے جو کام زمین پر کیا ہے وہ بتائے گی کہ فلاں دن فلاں وقت مجھ پر یہ کام کیا ہے (نیک ہو یا برا) اس لئے مختلف جگہوں میں کثرت سے ذکر کرنے والوں کے گواہ بھی بکثرت ہوں گے۔

(۷۲) زبان جتنی دیر ذکر میں مشغول رہے گی لغویات، جھوٹ، غیبت وغیرہ سے محفوظ رہے گی، اس لئے کہ زبان چپ تو رہتی ہی نہیں یا ذکرُ اللہ میں مشغول ہوگی، ورنہ لغویات میں۔ اسی طرح دل کا حال ہے کہ اگر وہ اللہ کی محبت میں مشغول نہ ہوگا تو مخلوق کی محبت میں مبتلا ہوگا۔

(۷۳) شیاطین آدمی کے کھلے دشمن ہیں اور ہر طرح اس کو وحشت میں ڈالتے رہتے ہیں اور ہر طرف سے اس کو گھیرے رہتے ہیں جس شخص کا یہ حال ہو کہ اس کے دشمن ہر وقت اس کا محاصرہ کئے رہتے ہوں اس کا جو حال ہوگا ظاہر ہے اور دشمن بھی ایسے کہ ہر ایک ان میں سے یہ چاہے کہ جو تکلیف بھی پہنچا سکوں پہنچاؤں۔ ان لشکروں کو ہٹانے والی چیز ذکر کے سوا کوئی نہیں ہے۔ بہت سی احادیث میں بہت سی دعائیں آئی ہیں جن کے پڑھنے سے شیطان قریب بھی نہیں آتا اور سوتے وقت پڑھنے سے رات بھر حفاظت رہتی ہے۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسی دعائیں متعدد ذکر کی ہیں، ان کے علاوہ مصنّف نے چھ نمبروں میں انواعِ ذکر کا تفاضُل اور ذکر کی بعض کلی فضیلتیں ذکر کی ہیں اور اس کے بعد پچھتّر فصلیں خصوصی دعاؤں میں جو خاص خاص اوقات میں وارد ہوئی ہیں ذکر کی ہیں جن کو اختصار کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے کہ توفیق والے کے لئے جو ذکر کیا گیا ہے یہ بھی کافی سے زیادہ ہے اور جس کو توفیق نہیں ہے اس کے لئے ہزارہا فضائل بھی بیکار ہیں۔

"وَمَاتَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُo".

دوسرا باب

کلمۂ طیّبہ

کلمۂ طیّبہ جس کو کلمۂ توحید بھی کہا جاتا ہے جس کثرت سے قرآنِ پاک اور حدیث شریف میں ذکر کیا گیا ہے شاید ہی اس کثرت سے کوئی دوسری چیز ذکر کی گئی ہو اور جب کہ اصل مقصود تمام شرائع اور تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت سے توحید ہی ہے تو پھر جتنی کثرت سے اس کا بیان ہو وہ قرینِ قیاس ہے۔ قرآنِ پاک میں مختلف عنوانات اور مختلف ناموں سے اس پاک کلمہ کو ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ کلمۂ طیّبہ، قولِ ثابت، کلمۂ تقویٰ، مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں) وغیرہ الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ آئندہ آیات میں آ رہا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اِحیاء میں نقل کیا ہے کہ یہ کلمۂ توحید ہے، کلمۂ اخلاص ہے، کلمۂ تقویٰ ہے، کلمۂ طیّبہ ہے، عروۃ الوثقٰی ہے، دعوۃ الحق ہے، ثمن الجنۃ ہے، اور چونکہ قرآن پاک میں مختلف عنوانات سے اس کو ذکر فرمایا گیا ہے اس لئے اس باب کو تین فصلوں پر منقسم کیا گیا ہے۔ پہلی فصل میں ان آیات کا ذکر ہے جن میں کلمۂ طیّبہ مراد ہے اور کلمۂ طیّبہ کا لفظ نہیں ہے، اس لئے ان آیات کی مختصر تفسیر حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور خود سیدُ البَشَر علیہ افضل الصلوات والسلام سے نقل کی گئی ہے۔ دوسری فصل میں ان آیات کا حوالہ ہے جن میں کلمۂ طیّبہ پورا یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تمام کا تمام ذکر کیا گیا ہے یا کسی معمولی تغیّر کے ساتھ جیسے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اور چونکہ ان میں یہ کلمہ خود ہی موجود ہے یا اس کا ترجمہ دوسرے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے اس لئے ان آیات کے ترجمہ کی ضرورت نہیں سمجھی، صرف حوالۂ سورت اور رکوع پر اکتفا کیا گیا اور تیسری فصل میں ان احادیث کا ترجمہ اور مطلب ذکر کیا گیا جن میں اس پاک کلمہ کی ترغیب اور حکم فرمایا گیا۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ

فصل اول

ان آیات میں جن میں لفظ کلمۂ طیّبہ کا نہیں ہے اور مراد کلمۂ طیّبہ ہے۔

(۱) اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۙ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ِۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝ (ابراھیم: ۲۵، ۲۶)

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی اچھی مثال بیان فرمائی ہے کلمۂ طیّبہ کی کہ وہ مشابہ ہے ایک عمدہ پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ زمین کے اندر گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اوپر آسمان کی طرف جا رہی ہوں اور وہ درخت اللہ کے حکم سے ہر فصل میں پھل دیتا ہو (یعنی خوب پھلتا ہو) اور اللہ تعالیٰ مثالیں اس لئے بیان فرماتے ہیں تاکہ لوگ خوب سمجھ لیں۔ اور خبیث کلمہ (یعنی کلمۂ کفر) کی ایسی مثال ہے جیسے ایک خراب درخت ہو کہ وہ زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جاوے اور اس کو زمین میں کچھ ثبات نہ ہو۔

ف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کلمۂ طیّبہ سے کلمۂ شہادت "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" مراد ہے جس کی جڑ مؤمن کے دل میں ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں کہ اس کی وجہ سے مؤمن کے اعمال آسمان تک جاتے ہیں اور کلمۂ خبیثہ شرک ہے کہ اس کے ساتھ کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ ایک دوسری حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہر وقت پھل دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو دن رات ہر وقت یاد کرتا ہو۔ حضرت قتادہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ مالدار (صدقات کی بدولت) سارا ثواب اڑا لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھلا بتا تو سہی کہ اگر کوئی شخص سامان کو اوپر نیچے رکھتا چلا جائے تو کیا آسمان پر چڑھ جائے گا؟ میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جس کی جڑ زمین میں ہو اور شاخیں آسمان پر، ہر نماز کے بعد "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَسُبْحَانَ

اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ" دس دس مرتبہ پڑھا کر۔ اس کی جڑ زمین میں ہے اور شاخیں آسمان پر۔

(۲) مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ (الفاطر: ۱۰)

جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے (وہ اللہ ہی سے عزت حاصل کرے کیونکہ) ساری عزت اللہ ہی کے واسطے ہے، اسی تک اچھے کلمے پہنچتے ہیں اور نیک عمل ان کو پہنچاتا ہے۔

ف: اچھے کلموں سے مراد بہت سے مفسّرین کے نزدیک "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے جیسا کہ عام مفسّرین نے نقل کیا ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد کلماتِ تسبیح ہیں جیسا کہ دوسرے باب میں آئے گا۔

(۳) وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا (الانعام: ۱۱۵)

اور تیرے رب کا کلمہ سچائی اور انصاف (واعتدال) کے اعتبار سے پورا ہے۔

ف: حضرت انس رضی اللہ عنہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ رب کے کلمہ سے مراد "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے اور اکثر مفسّرین کے نزدیک اس سے کلام اللہ شریف مراد ہے۔

(۴) يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝ (ابراهيم: ۲۷)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو پکی بات (یعنی کلمۂ طیّبہ) سے دنیا اور آخرت دونوں میں مضبوط رکھتا ہے اور کافروں کو دونوں جہان میں بچلا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ (اپنی حکمت سے) جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ف: حضرت بَراء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قبر میں سوال ہوتا ہے تو مسلمان "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کی گواہی دیتا ہے، آیتِ شریفہ میں پکی بات سے یہی مراد ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ اس سے مراد قبر کا سوال جواب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مسلمان جب مرتا ہے تو فرشتے اس وقت حاضر ہوتے ہیں، اس کو سلام کرتے ہیں، جنّت کی خوشخبری

دیتے ہیں۔ جب وہ مرجاتا ہے تو فرشتے اس کے ساتھ جاتے ہیں، اس کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوتے ہیں اور جب دفن ہوجاتا ہے تو اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال جواب ہوتے ہیں، جن میں یہ بھی پوچھا جاتا ہے کہ تیری گواہی کیا ہے؟ وہ کہتا ہے "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ" یہی مراد ہے آیتِ شریفہ میں۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں پکی بات سے مراد "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے اور آخرت میں قبر کا سوال جواب مراد ہے۔ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

(۵) لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ○ (الرعد: ۱۴)

سچا پکارنا اسی کے لئے خاص ہے اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کرسکتے جتنا پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے (اور اس پانی کو اپنی طرف بلائے) تاکہ وہ اس کے منہ تک آجائے اور وہ (پانی اُڑکر) اس کے منہ تک آنے والا کسی طرح بھی نہیں اور کافروں کی درخواست محض بے اثر ہے۔

33 **ف**: حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ فرماتے ہیں کہ دَعْوَةُ الحق سے مراد توحید یعنی "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے کہ دعوۃ الحق سے شہادت "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی مراد ہے۔ اسی طرح ان کے علاوہ دوسرے حضرات سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

(۶) قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا

(اے محمد!) آپ فرما دیجئے کہ اے اہلِ کتاب! آؤ ایک ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان (مُسلّم ہونے میں) برابر ہے، وہ یہ کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم

فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ (آلِ عمران: ٦٤)

کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب قرار نہ دے خداوند تعالیٰ کو چھوڑ کر۔ پھر اس کے بعد بھی وہ اعراض کریں تو تم کہہ دو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم لوگ تو مسلمان ہیں۔

ف: آیتِ شریفہ کا مضمون خود ہی صاف ہے کہ کلمہ سے مراد توحید اور کلمہ طیبہ ہے۔ حضرت ابوالعالیہ اور مجاہد رحمہما اللہ سے صراحت کے ساتھ منقول ہے کہ کلمہ سے مراد ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' ہے۔

(۷) كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (آلِ عمران: ١١٠)

(اے امتِ محمد ﷺ!) تم لوگ (سب اہلِ مذاہب سے) بہترین جماعت ہو کہ وہ جماعت جو لوگوں کو نفع پہنچانے کے لئے ظاہر کی گئی ہے، تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر تھا۔ ان میں سے بعض تو مسلمان ہیں (جو ایمان لے آئے) لیکن اکثر حصہ ان میں سے کافر ہے۔

ف: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ'' (اچھی بات کا حکم کرتے ہو) کا مطلب یہ ہے کہ اس کا حکم کرتے ہو کہ وہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی گواہی دیں اور اللہ کے احکام کا اقرار کریں اور ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' ساری اچھی چیزوں میں سے بہترین چیز ہے اور سب سے بڑھی ہوئی۔

(۸) وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ (هود: ١١٤)

(اور محمد ﷺ!) آپ نماز کی پابندی رکھئے دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں۔ بیشک نیک کام مٹا دیتے ہیں

(نامۂ اعمال سے) بُرے کاموں کو، یہ بات ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔

ف: اس آیتِ شریفہ کی تفسیر میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں حضور ﷺ نے آیتِ شریفہ کی توضیح فرماتے ہوئے اِرشاد فرمایا ہے کہ نیکیاں (اعمال نامہ سے) برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرما دیجئے۔ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اللہ سے ڈرتے رہو، جب کوئی برائی صادر ہو جائے فوراً کوئی بھلائی اس کے بعد کرو تاکہ اس کی مُکافات ہو جائے اور وہ زائل ہو جائے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" بھی نیکیوں میں شمار ہے یعنی اس کا ورد، اس کا پڑھنا بھی اس میں داخل ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو نیکیوں میں افضل ترین چیز ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضورِ اقدس ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جو بندہ رات میں یا دن میں کسی وقت بھی "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھتا ہے اس کے اعمال نامہ سے برائیاں دُھل جاتی ہیں۔

(۹) اِنَّ اللّٰـهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَيَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ (النحل: ۹۰)

بیشک اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں عدل کا اور احسان کا اور قرابت داروں کو دینے کا اور منع فرماتے ہیں فحش باتوں سے اور بری باتوں سے اور کسی پر ظلم کرنے سے۔ حق تعالیٰ شانہٗ تم کو نصیحت فرماتے ہیں تاکہ تم نصیحت کو قبول کرو۔

ف: عدل کے معنی تفاسیر میں مختلف آئے ہیں۔ ایک تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے کہ عدل سے مراد "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا اقرار کرنا ہے اور احسان سے مراد فرائض کا ادا کرنا ہے۔

(۱۰) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ○ يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور راستی کی (پکی) بات کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال اچھے کر دے گا اور گناہ معاف فرما دے گا

يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ○ (الاحزاب: ۷۰،۷۱)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔

ف: حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عِکرِمہ رضی اللہ عنہما دونوں حضرات سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ "قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا" کے معنی یہ ہیں کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ پکے اعمال تین چیزیں ہیں: ہر حال میں اللہ کا ذکر کرنا (غمی ہو یا خوشی، تنگی ہو یا فراخی)، دوسرے اپنے بارے میں انصاف کا معاملہ کرنا (یہ نہ ہو کہ دوسروں پر تو زور دکھلائے اور جب کوئی اپنا معاملہ ہو تو اِدھر اُدھر کی کہنے لگے)، تیسرے بھائی کے ساتھ مالی ہمدردی کرنا۔

(۱۱) فَبَشِّرْ عِبَادِ ○ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُو الْاَلْبَابِ ○ (الزمر: ۱۷،۱۸)

پس آپ میرے ایسے بندوں کو خوش خبری سنا دیجئے جو اس کلامِ پاک کو کان لگا کر سنتے ہیں، پھر اس کی بہترین باتوں کا اتباع کرتے ہیں۔ یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور یہی ہیں جو اہلِ عقل ہیں۔

ف: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید، حضرت ابوذر غفاری اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم؛ یہ تینوں حضرات جاہلیت کے زمانہ ہی میں "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھا کرتے تھے اور یہی مراد ہے اس آیتِ شریفہ میں "اَحْسَنُ الْقَوْلِ" سے۔ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے بھی اس کے قریب ہی منقول ہے کہ یہ آیتیں ان تین آدمیوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں جو جاہلیت کے زمانہ میں بھی "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھا کرتے تھے۔ زید بن عَمرو بن نُفَیل اور ابوذر غفاری اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم۔

(۱۲) وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ○

اور جو لوگ (اللہ کی طرف سے یا اس کے رسول کی طرف سے) سچی بات لے کر آئے اور خود بھی اس کی تصدیق کی (اس کو سچا

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (الزمر: ۳۳، ۳۴، ۳۵)

جانا) تو یہ لوگ پرہیز گار ہیں، یہ لوگ جو کچھ چاہیں گے ان کے لئے ان کے پروردِگار کے پاس سب کچھ ہے۔ یہ بدلہ ہے نیک کام کرنے والوں کا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بُرے اعمال کو ان سے دور کر دے (اور مُعاف کر دے) اور نیک کاموں کا بدلہ (ثواب) دے۔

ف: جولوگ اللہ کی طرف سے لانے والے ہیں وہ انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام ہیں اور جولوگ اس کے رسول کی طرف سے لانے والے ہیں وہ علماء کرام ہیں (شَكَرَ اللّٰهُ سَعْيَهُمْ)۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ سچّی بات سے مراد "لَآ اِلٰــــهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے۔ بعض مفسّرین سے نقل کیا گیا ہے کہ "اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ" (جو شخص سچّی بات اللہ کی طرف سے لے کر آیا) سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور "صَدَّقَ بِهٖ" (وہ لوگ جنہوں نے اس کی تصدیق کی) سے مراد مؤمنین ہیں۔

(۱۳) اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ○ (حٰم السجدہ: ۳۰، ۳۱، ۳۲)

بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ (جَلَّ جَلَالُہٗ) ہے، پھر مستقیم رہے (یعنی جمے رہے، اس کو چھوڑ انہیں) ان پر فرشتے اتریں گے (موت کے وقت اور قیامت میں یہ کہتے ہوئے) کہ نہ اندیشہ کرو، نہ رنج کرو اور خوشخبری لو اس جنّت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم تمہارے رفیق تھے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور آخرت میں تمہارے لئے جس چیز کو تمہارا دل چاہے وہ موجود ہے اور وہاں جو تم مانگو گے وہ ملے گا (اور یہ سب انعام واکرام) بطور مہمانی کے ہے۔ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی طرف سے (کہ تم اس کے مہمان ہو گے اور مہمان کا اِکرام کیا جاتا ہے)

ف: حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" کے معنی یہ ہیں کہ پھر "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کے اقرار پر قائم رہے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت مجاہد رحمہما اللہ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ پھر "لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـهُ" پر مرنے تک قائم رہے، شرک وغیرہ میں مبتلا نہیں ہوئے۔

(۱۴) وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ○ (حٰم السجدۃ:۳۳)

بات کی عمدگی کے لحاظ سے کون شخص اس سے اچھا ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور یہ کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

ف: حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "دَعَآ اِلَى اللّٰهِ" سے مؤذن کا "لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـهُ" کہنا مراد ہے۔ عاصم بن ہُبَیرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب تو اذان سے فارغ ہوتو "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ" کہا کر۔

(۱۵) فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا○ (الفتح : ۲٦)

پس اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینہ (سکون تحمّل یا خاص رحمت) اپنے رسول پر نازل فرمائی اور مؤمنین پر اور ان کو تقویٰ کے کلمہ پر (تقویٰ کی بات پر) جمائے رکھا اور وہی اسی تقویٰ کے کلمہ کے مستحق تھے اور اہل تھے۔

ف: تقویٰ کے کلمہ سے مراد اکثر روایات میں یہی وارد ہوا ہے کہ کلمہ طیّبہ ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ وحضرت سَلَمہ رضی اللہ عنہما نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ اس سے مراد "لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے اور حضرت ابی بن کعب، حضرت علی، حضرت عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر وغیرہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہی نقل کیا گیا ہے۔ عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ سے پورا کلمہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" نقل کیا گیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ" بھی نقل کیا گیا ہے۔ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بَراء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے۔

(۱۶) هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ○ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ○ (الرحمن: ٦٠، ٦١)

بھلا احسان کا بدلہ اِحسان کے سوا اور بھی کچھ ہوسکتا ہے؟ سوائے (جنّ وانس!) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

ف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص پر میں نے دنیا میں "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہنے کا انعام کیا بھلا آخرت میں جنّت کے سوا اور کیا بدلہ ہوسکتا ہے؟ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہنے کا بدلہ جنّت کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

(۱۷) قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ○ (الاعلی: ١٤)

فلاح کو پہنچ گیا وہ شخص جس نے تزکیہ کرلیا (پاکی حاصل کی)

ف: حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تَزَكّٰى سے مراد یہ ہے کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کی گواہی دے اور بتوں کو خیر باد کہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تَزَكّٰى کے معنی یہ ہیں کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھے۔ یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی نقل کیا گیا ہے۔

(۱۸) فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى ○ (اللیل: ٥، ٦، ٧)

پس جس شخص نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کی تصدیق کی تو آسان کردیں گے ہم اس کو آسانی کی چیز کے لئے۔

ف: آسانی کی چیز سے جنّت مراد ہے کہ ہر قسم کی راحت اور سہولتیں وہاں میسّر ہیں اور مطلب یہ ہے کہ ایسے اعمال کی توفیق اس کو دیں گے جس سے وہ اعمال سہولت سے ہونے لگیں گے جو جنّت میں جلد پہنچا دینے والے ہوں۔ اکثر مفسّرین سے نقل کیا گیا ہے کہ

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اچھی بات کی تصدیق سے "لَآ اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰـهُ" کی تصدیق مراد ہے۔ حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ اچھی بات سے "لَآ اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰـهُ" مراد ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے بروایت ابوالزبیر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے "صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى" پڑھا اور اِرشاد فرمایا کہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی تصدیق کرے اور "كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى" پڑھا اور اِرشاد فرمایا کہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی تکذیب کرے۔

(۱۹) مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ (الأنعام: ١٦٠)

جو شخص نیک کام کرے گا اس کو (کم سے کم) دس حصے ثواب کے ملیں گے اور جو بُرا کام کرے گا اس کو اس کے برابر ہی بدلہ ملے گا اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا (کہ کوئی نیکی درج نہ کی جائے یا بدی کو بڑھا کر لکھ دیا جائے)

ف: ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آیتِ شریفہ "مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ" نازل ہوئی تو کسی شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" بھی حَسَنہ (نیکی) میں داخل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ "حَسَنَةٌ" سے "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ" مراد ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ غالباً حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ "حسنہ" سے "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" مراد ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" تو ساری نیکیوں میں افضل ہے جیسا کہ آیت نمبر ۸ کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دس گنا ثواب عوام کے لئے ہے، مہاجرین کے لئے سات سو گنا تک ثواب ہو جاتا ہے۔

(۲۰) حٰمٓ ○ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ　یہ کتاب اُتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے، جو

الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ ط لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا هُوَ ط اِلَیْـــهِ الْـمَصِیْرُ ۝ (المومن: ۲،۳)

زبردست ہے، ہر چیز کا جاننے والا ہے، گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے، سخت سزا دینے والا ہے، قدرت (یا عطا) والا ہے، اس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں، اسی کے پاس لَوٹ کر جانا ہے۔

ف: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس آیتِ شریفہ کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ گناہ کی مغفرت کرنے والا ہے اس شخص کے لئے جو "لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہے، اور توبہ قبول کرنے والا ہے اس شخص کی جو "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہے۔ سخت عذاب والا ہے اس شخص کے لئے جو "لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ" نہ کہے۔ ذِی الطَّوْلِ کے معنی غِنا والا ہے۔ "لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ" رَد ہے کفارِ قریش پر جو توحید کے قائل نہ تھے اور اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ کے معنی اسی کی طرف لوٹنا ہے اس شخص کا جو "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہے تاکہ اس کو جنّت میں داخل کرے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے اس شخص کا جو "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" نہ کہے تاکہ اس کو جہنّم میں داخل کرے۔

(۲۱) فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ م بِاللّٰهِ فَقَـدِ اسْتَـمْسَكَ بِـالْـعُـــرْوَةِ الْوُثْقٰی لَاانْفِصَامَ لَهَا ط (البقرہ: ۲۵۶)

پس جو شخص شیطان سے بداعتقاد ہو اور اللہ کے ساتھ خوش عقیدہ ہو تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ پکڑ لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں۔

ف: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عُـرْوَةِ الْوُثْقٰی (مضبوط حلقہ) پکڑ لیا یعنی "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہا۔ سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی منقول ہے کہ "عُـــرْوَةِ الْوُثْقٰی" سے مراد کلمۂ اخلاص ہے۔

تکمیل

قُلْتُ، وَقَدْ وَرَدَ فِیْ تَفْسِیْرِ اٰیَاتٍ اُخَرَ عَدِیْدَةٍ اَیْضًا اَنَّ الْمُرَادَ بِبَعْضِ الْاَلْفَاظِ فِیْ هٰذِهِ الْاٰیَاتِ کَلِمَةُ التَّوْحِیْدِ عِنْدَ بَعْضِهِمْ، فَقَدْ قَالَ الرَّاغِبُ فِیْ قَوْلِهٖ فِیْ قِصَّةِ زَکَرِیَّا "مُصَدِّقًا بِکَلِمَةٍ" قِیْلَ: کَلِمَةُ التَّوْحِیْدِ، وَکَذَا قَالَ فِیْ قَوْلِهٖ تعالیٰ: "اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ" الْاٰیَةَ، قِیْلَ: هِیَ کَلِمَةُ التَّوْحِیْدِ، وَاقْتَصَرْتُ عَلٰی مَا مَرَّ لِلْاِخْتِصَارِ.

فصلِ دوم

میں اُن آیات کا ذکر ہے جن میں کلمۂ طیّبہ ذکر کیا گیا ہے۔ اکثر جگہ پورا کلمہ مذکور ہے اور کہیں مختصر اور کہیں دوسرے الفاظ میں کلمۂ طیّبہ کے معنی مذکور ہیں کہ کلمۂ طیّبہ (لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ) کے معنی ہیں: کوئی معبود نہیں اللہ پاک کے سوا۔ یہی معنی "مَا مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ" کے ہیں کہ کوئی معبود نہیں ہے اس کے سوا۔ یہی معنی "لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ" کے ہیں اور یہی معنی قریب قریب ہیں "لَا نَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ" کے (نہیں عبادت کرتے ہم اللہ کے سوا کسی کی)۔ اور یہی معنی ہیں "لَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاهُ" کے کہ نہیں عبادت کرتے ہیں ہم اس کے سوا کسی کی۔ اسی طرح "اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ" کے معنی ہیں "اس کے سوا نہیں کہ معبود وہی ایک ہے" اسی طرح اور آیات بھی ہیں جن کا مفہوم کلمۂ طیّبہ ہی کے ہم معنی ہے۔ ان آیات کی سورتوں اور آیتوں کا حوالہ اس لئے لکھا جاتا ہے کہ پوری آیت کا ترجمہ کوئی دیکھنا چاہے تو مترجم قرآن شریف کو سامنے رکھ کر حوالوں سے دیکھتا رہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ سارا ہی کلام مجید کلمۂ طیّبہ کا مفہوم ہے کہ اصل مقصد تمام قرآن شریف کا اور تمام دین کا توحید ہی ہے، توحید ہی کی تعلیم کے لئے مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام مبعوث ہوئے۔ توحید ہی سب مذاہب میں مشترک رہی ہے اور توحید کے اثبات کے لئے مختلف عنوانات اختیار فرمائے گئے ہیں اور یہی مفہوم کلمۂ طیّبہ کا ہے۔

(۱) وَاِلٰـهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ○ (البقرة:۱۶۳)

(۲) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۞ (البقرة:۲۵۵) (۳) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ
الْقَیُّوْمُ ۞ (آل عمران:۲) (۴) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ
(آل عمران:۱۸) (۵) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۞ (آل عمران:۱۸) (۶) وَمَا مِنْ اِلٰهٍ
اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۞ (آل عمران:۶۲) (۷) تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ
سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ (آل عمران:۶۴) (۸) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَیَجْمَعَنَّكُمْ
اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (النساء:۸۷) (۹) وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ (المائدہ:۷۳) (۱۰) قُلْ اِنَّمَا
هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (الانعام:۱۹) (۱۱) مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِهٖ (الانعام:۴۶) (۱۲) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ
رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ (الانعام:۱۰۲) (۱۳) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ۞
(الانعام:۱۰۶) (۱۴) قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا (الاعراف:۱۴۰) (۱۵) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
یُحْیٖ وَیُمِیْتُ (الاعراف:۱۵۸) (۱۶) وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ
(التوبہ:۳۱) (۱۷) حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ
الْعَظِیْمِ ۞ (التوبہ:۱۲۹) (۱۸) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ (یونس:۳) (۱۹) فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ
رَبُّكُمُ الْحَقُّ (یونس:۳۲) (۲۰) قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ
وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (یونس:۹۰) (۲۱) فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
(یونس:۱۰۴) (۲۲) فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ (هود:۱۴)
(۲۳) اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ (هود:۲۶) (۲۴-۲۵-۲۶) قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا
لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ (هود:۵۰،۶۱،۸۴) (۲۷) ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ
الْقَهَّارُ ۞ (یوسف:۳۹) (۲۸) اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ (یوسف:۴۰) (۲۹) قُلْ هُوَ رَبِّیْ لَآ
اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (الرعد:۳۰) (۳۰) وَلِیَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (ابراهیم:۵۲) (۳۱) اَنَّهٗ لَآ
اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ (النحل:۲) (۳۲) اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (النحل:۲۲)
(۳۳) اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (النحل:۵۱) (۳۴) وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا
اٰخَرَ (بنی اسرائیل:۳۹) (۳۵) قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا یَقُوْلُوْنَ (بنی اسرائیل:۴۲)
(۳۶) فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا (الكهف:۱۴)

(۳۷) هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً (الکهف:١٥) (۳۸) یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ
اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (الکهف:١١٠) (۳۹) وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ط (مریم:٣٦)
(۴۰) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط (طٰه:٨) (۴۱) اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ
(طٰه:١٤) (۴۲) اِنَّمَآ اِلٰـهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط (طٰه:٩٨) (۴۳) لَوْ كَانَ
فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ج (الأنبیاء:٢٢) (۴۴) اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً (الأنبیاء:٢٤)
(۴۵) اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا (الأنبیاء:٢٥) (۴۶) اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ
دُوْنِنَا (الأنبیاء:٤٣) (۴۷) اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكُمْ شَیْئًا وَّلَا یَضُرُّكُمْ
(الأنبیاء:٦٦) (۴۸) لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ق (الأنبیاء:٨٧) (۴۹) اِنَّمَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ
اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (الأنبیاء:١٠٨) (۵۰) فَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا (الحج:٣٤)
(۵۱-۵۲) اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ (المؤمنون:٣٢) (۵۳) وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ
(المؤمنون:٩١) (۵۴) فَتَعٰلَی اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج (المؤمنون:١١٦)
(۵۵) وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (المؤمنون:١١٧)
(۵۶) ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (پانچ مرتبہ سورہ نمل رکوع نمبر ۵ میں وارد ہے) (۵۷) وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج
لَهُ الْحَمْدُ (القصص:٧٠) (۵۸) مَنْ[1] اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ (القصص:٧٢)
(۵۹) وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وقف (القصص:٨٨) (۶۰) وَاِلٰهُنَا وَاِلٰـهُكُمْ
وَاحِدٌ (العنکبوت:٤٦) (۶۱) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰی تُؤْفَكُوْنَ (فاطر:٣) (۶۲) اِنَّ اِلٰـهَكُمْ
لَوَاحِدٌ (الصّٰفّٰت:٤) (۶۳) اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَسْتَكْبِرُوْنَ
(الصّٰفّٰت:٣٥) (۶۴) اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (صٓ:٥) (۶۵) وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ
الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (صٓ:٦٥) (۶۶) هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (الزمر:٤) (۶۷) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ
رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (الزمر:٦) (۶۸) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ
(المؤمن:٣) (۶۹) لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰی تُؤْفَكُوْنَ (المؤمن:٦٢) (۷۰) هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ (المؤمن:٦٥) (۷۱) یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (حٰمٓ السجدہ:٦)
(۷۲) اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ (حٰمٓ السجدہ:١٤) (۷۳) اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ (الشوریٰ:١٥)

[1] مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِضِیَآءٍ (القصص:٧١)

(۷۴) اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ (الزخرف:٤٥) (۷۵) رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (الدخان:٧) (۷۶) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ (الدخان:٨) (۷۷) اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ (الاحقاف:٢١) (۷۸) فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (محمد:١٩) (۷۹) وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (الذريت:٥١) (۸۰) هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (الحشر:٢٢) (۸۱) اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (الممتحنة:٤) (۸۲) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (التغابن:١٣) (۸۳) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (المزمل:٩) (۸۴) لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (الكافرون:٢-٣) (۸۵) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ (الاخلاص:١)

یہ پچاسی آیات ہیں جن میں کلمۂ طیبہ یا اس کا مضمون وارد ہوا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی آیات بکثرت ہیں جن میں اس کا معنی اور مفہوم وارد ہوا ہے اور جیسا میں اس فصل کے شروع میں لکھ چکا ہوں توحید ہی اصل دین ہے۔ اس لئے جتنا اس میں انہماک اور شغف ہوگا دین میں پختگی پیدا ہوگی۔ اس لئے اس مضمون کو مختلف عبارات میں مختلف طریقوں سے ذِکر فرمایا ہے کہ دل کی گہرائیوں میں اتر جائے اور اندرون دِل میں پختہ ہو جائے اور دل میں اللہ کے ماسوا کی کوئی جگہ باقی نہ رہے۔

فصلِ سوم

میں ان احادیث کا ذکر ہے جن میں کلمۂ طیّبہ کی ترغیب وفضائل ذکر فرمائے گئے ہیں۔ اس مضمون میں جب آیات اتنی کثرت سے ذکر فرمائی ہیں تو احادیث کا کیا پوچھنا، سب کا اِحاطہ ناممکن ہے، اس لئے چند احادیث بطورِ نمونہ کے ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ.

حضورِ اقدس ﷺ کا اِرشاد ہے کہ تمام اذکار میں افضل "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے اور تمام دعاؤں میں افضل "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" ہے۔

(كذا في المشكوة برواية الترمذي وابن ماجة، وقال المنذري: رواه ابن ماجة والنسائي وابن حبان في

صحيحه والحاكم، كلهم من طريق طلحة بن خراش عنه، وقال الحاكم: صحيح الاسناد، قلت: رواه الحاكم بسندين و صححهما واقره عليهما الذهبي، و كذا رقم له بالصحة السيوطي في الجامع)

ف: "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا افضل الذکر ہونا تو ظاہر ہے اور بہت سی احادیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے، نیز سارے دین کا مدار ہی کلمۂ توحید پر ہے تو پھر اس کے افضل ہونے میں کیا تردد ہے اور الحمد للہ کو افضل دعا اس لحاظ سے فرمایا ہے کہ کریم کی ثنا کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ کسی رئیس، امیر، نواب کی تعریف میں قصیدہ خوانی کا مطلب اس سے سوال ہی ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھے، اس کے بعد اس کو "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" بھی کہنا چاہئے۔ اس لئے کہ قرآن پاک میں "فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے بعد اَلْـحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" وارد ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمۂ طیبہ ہے کہ یہی دین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے اور یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکّی اسی کے گرد گھومتی ہے۔ اسی وجہ سے صوفیہ اور عارفین اسی کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے اذکار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربے سے اس میں جس قدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں، کسی دوسرے میں نہیں۔

چنانچہ سید علی بن مَیمون مغربی رحمۃ اللہ علیہ کا قصّہ مشہور ہے کہ جب شیخ عُلوان حَموی رحمۃ اللہ علیہ جو ایک متبحّر عالم اور مفتی اور مدرس تھے سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سید صاحب کی ان پر خصوصی توجہ ہوئی تو ان کو سارے مشاغل، درس، تدریس، فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا۔ عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے۔ لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ کچھ دنوں کے بعد سید صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلامُ اللہ شریف کی تلاوت کرتے ہیں۔ سید صاحب نے اس کو بھی منع کر دیا، تو پھر تو پوچھنا ہی کیا، سید صاحب پر زِندیقی اور بددینی کا اِلزام لگنے لگا، لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا اور دل رنگ گیا تو سید صاحب نے

فرمایا کہ اب تلاوت شروع کردو۔ کلامِ پاک جو کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ وہ علوم ومعارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔ سید صاحب نے فرمایا کہ میں نے خدانخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہتا تھا۔

چونکہ یہ پاک کلمہ دین کی اصل ہے، ایمان کی جڑ ہے۔ اس لئے جتنی بھی اس کی کثرت کی جائے گی اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہوگی، ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے بلکہ دنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کہنے والا کوئی زمین پر ہو۔ دوسری حدیثوں میں آیا ہے جب تک کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا روئے زمین پر ہو قیامت نہیں ہوگی۔

(۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ: اَنَّهٗ قَالَ: قَالَ مُوْسٰی علیہ السلام: یَا رَبِّ! عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَذْكُرُكَ بِهٖ وَاَدْعُوْكَ بِهٖ، قَالَ: قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: یَا رَبِّ! كُلُّ عِبَادِكَ یَقُوْلُ هٰذَا، قَالَ: قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: اِنَّمَا اُرِیْدُ شَیْئًا تَخُصُّنِیْ بِهٖ، قَالَ: یَا مُوْسٰی! لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِیْنَ السَّبْعَ فِیْ كِفَّةٍ، وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِیْ كِفَّةٍ، مَالَتْ بِهِمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.

(رواه النسائی وابن حبان والحاکم، کلهم من طریق دراج عن ابی الهیثم عنه، و قال الحاکم: صحیح الاسناد، کذا فی الترغیب، قلت: قال الحاکم: صحیح الاسناد ولم یخرجاه وأقره علیه الذهبی، وأخرج فی المشکوة بروایة شرح السنة

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہٗ کی پاک بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے کوئی وِرد تعلیم فرما دیجئے جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں۔ اِرشادِ خداوندی ہوا کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا: اے پروردگار! یہ تو ساری ہی دنیا کہتی ہے، اِرشاد ہوا کہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ" کہا کرو۔ عرض کیا: میرے رب! میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھی کو عطا ہو۔ ارشاد ہوا کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ" کو رکھ دیا جائے تو "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" والا پلڑا جھک جائے گا۔

نحوه، زاد في منتخب الكنز أبايعلى والحكيم وابا نعيم في الحلية والبيهقي في الأسماء و سعيد بن منصور في سننه و في مجمع الزوائد رواه أبو يعلى ورجاله وثقوا، وفيهم ضعف)

ف: اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ وعم نوالہٗ کی عادتِ شریفہ یہی ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اتنی ہی عام عطا کی جاتی ہے۔ ضروریاتِ دنیویہ میں دیکھ لیا جائے کہ سانس، پانی، ہوا، کیسی عام ضرورت کی چیزیں ہیں، اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے ان کو کس قدر عام فرما رکھا ہے، البتہ یہ ضروری چیز ہے کہ اللہ کے یہاں وزن اخلاص کا ہے، جس قدر اِخلاص سے کوئی کام کیا جائے گا اتنا ہی وزنی ہوگا اور جس قدر اخلاص کی کمی اور بے دلی سے کیا جائے گا اتنا ہی ہلکا ہوگا۔ اخلاص پیدا کرنے کے لئے بھی جس قدر مفید اس کلمہ کی کثرت ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس کلمہ کا نام ہی جلاءُ القلوب (دلوں کی صفائی) ہے۔ اسی وجہ سے حضراتِ صوفیہ اس کا وِرد کثرت سے بتاتے ہیں اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کا معمول تجویز کرتے ہیں۔

مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے عرض کیا تھا کہ میں ذکر کرتا ہوں، مگر دِل غافل رہتا ہے، انہوں نے فرمایا کہ ذکر برابر کرتے رہو اور اس پر اللہ کا شکر کرتے رہو کہ اس نے ایک عضو یعنی زبان کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ سے دل کی توجہ کے لئے دعا کرتے رہو۔ اس قسم کا واقعہ ''احیاءُ العلوم'' میں بھی ابوعثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ ان سے کسی مرید نے شکایت کی تھی جس پر انہوں نے یہ جواب دیا تھا۔ یہ درحقیقت بہترین نسخہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا کلامِ پاک میں ارشاد ہے کہ اگر تم شکر کروگے تو میں اِضافہ کروں گا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ذکر اس کی بڑی نعمت ہے، اس کا شکر ادا کیا کرو کہ اللہ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ! اَنْ لَّا يَسْئَلَنِیْ عَنْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اٹھانے والا قیامت کے دن کون شخص ہوگا؟

هٰذَا الْحَدِيْثِ اَحَدٌ اَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ، اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ اَوْ نَفْسِهٖ. (رواه البخاری وقد اخرجه الحاكم بمعناه، وذكر صاحبُ بهجة النفوس فی الحديث اربعا وثلثين بحثا)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے احادیث پر تمہاری حرص دیکھ کر یہی گمان تھا کہ اس بات کو تم سے پہلے کوئی دوسرا شخص نہ پوچھے گا۔ (پھر حضور ﷺ نے سوال کا جواب ارشاد فرمایا) کہ سب سے زیادہ سعادت مند اور نفع اٹھانے والا میری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہے۔

ف: سعادت کہتے ہیں کہ آدمی کو خیر کی طرف پہنچانے کے لئے توفیقِ الٰہی کے شاملِ حال ہونے کو۔ اب اِخلاص سے کلمہ طیّبہ پڑھنے والے کا سب سے زیادہ مستحقِ شفاعت ہونے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک تو یہ کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو اِخلاص سے مسلمان ہوا اور کوئی نیک عمل بجز کلمہ طیّبہ پڑھنے کے اس کے پاس نہ ہو، اس صورت میں ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ سعادت اس کو شفاعت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے کہ اپنے پاس تو کوئی عمل نہیں ہے۔ اس مطلب کے موافق یہ حدیث ان احادیث کے قریب قریب ہوگی جن میں اِرشاد ہے کہ میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنّم میں ڈالے جائیں گے، لیکن کلمہ طیّبہ کی برکت سے حضور ﷺ کی شفاعت ان کو نصیب ہوگی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے مصداق وہ لوگ ہیں جو اخلاص سے اس کلمہ کا وِرد رکھیں اور نیک اعمال ہوں۔ ان کے سب سے زیادہ سعادت مند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ نفع حضور ﷺ کی شفاعت سے ان کو پہنچے گا کہ ترقیٔ درجات کا سبب بنے گی۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کی شفاعت قیامت کے دن چھ طریقہ سے ہوگی: اوّل میدانِ حشر کی قید سے خلاصی ہوگی کہ حشر میں ساری مخلوق طرح طرح کے مصائب میں مبتلا پریشان حال یہ کہتی ہوئی ہوگی کہ ہم کو جہنّم ہی میں ڈال دیا جائے مگر ان مصائب سے تو خلاصی ہو۔ اس وقت جلیل القدر انبیاء علیہم السلام

کی خدمت میں یکے بعد دیگرے حاضری ہوگی کہ آپ ہی اللہ کے یہاں سفارش فرمائیں، مگر کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ سفارش فرما سکیں۔ بالآخر حضور ﷺ شفاعت فرمائیں گے یہ شفاعت تمام عالَم، تمام مخلوق جن و اِنس، مسلم کافر سب کے حق میں ہوگی اور سب ہی اس سے مُنتفع ہوں گے۔ احادیثِ قیامت میں اس کا مفصّل قصّہ مذکور ہے۔ دوسری شفاعت بعض کفار کے حق میں تخفیفِ عذاب کی ہوگی جیسا ابوطالب کے بارے میں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ تیسری شفاعت بعض مؤمنوں کو جہنّم سے نکالنے کے بارہ میں ہوگی جو اس میں داخل ہو چکے ہیں۔ چوتھی شفاعت بعض مؤمن جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنّم میں داخل ہونے کے مستحق ہو چکے ہیں، ان کی جہنّم سے معافی اور جہنّم میں نہ داخل ہونے کے بارے میں ہوگی۔ پانچویں شفاعت بعض مؤمنین کے بغیر حساب کتاب جنّت میں داخل ہونے میں ہوگی۔ اور چھٹی شفاعت مؤمنین کے درجات بلند ہونے میں ہوگی۔

(۴) عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَالَ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، قِيْلَ: وَمَا اِخْلَاصُهَا؟ قَالَ: اَنْ تَحْجِزَهُ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ. (رواه الطبراني في الاوسط والكبير)

حضرت زید بن ارقم ؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں جو شخص اِخلاص کے ساتھ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہے وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اِخلاص (کی علامت) کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

ف: اور یہ ظاہر ہے کہ جب حرام کاموں سے رک جائے گا اور "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا قائل ہوگا تو اس کے سیدھا جنّت میں جانے میں کیا تردّد ہے، لیکن اگر حرام کاموں سے نہ بھی رکے تب بھی اس کلمۂ پاک کی یہ برکت تو بلا تردّد ہے کہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت جنّت میں ضرور داخل ہوگا، البتہ اگر خدانخواستہ بداعمالیوں کی بدولت اسلام و ایمان ہی سے محروم ہو جائے تو دوسری بات ہے۔

حضرت فقیہ ابواللّیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ "تنبیہ الغافلین" میں لکھتے ہیں: ہر شخص کے

لئے ضروری ہے کہ کثرت سے "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھتا رہا کرے اور حق تعالیٰ شانہٗ سے ایمان کے باقی رہنے کی دعا بھی کرتا رہے اور اپنے کو گناہوں سے بچاتا رہے۔ اس لئے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہوں کی نحوست سے آخر میں ان کا ایمان سلب ہو جاتا ہے اور دنیا سے کفر کی حالت میں جاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص کا نام ساری عمر مسلمانوں کی فہرست میں رہا ہو، مگر قیامت میں وہ کافروں کی فہرست میں ہو، یہ حقیقی حسرت اور کمالِ حسرت ہے۔ اس شخص پر افسوس نہیں ہوتا جو گرجا یا بُت خانہ میں ہمیشہ رہا ہو اور وہ کافروں کی فہرست میں آخر میں شمار کیا جائے۔ افسوس اس پر ہے جو مسجد میں رہا ہو اور کافروں میں شمار ہو جائے اور یہ بات گناہوں کی کثرت سے اور تنہائیوں میں حرام کاموں میں مبتلا ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس دوسروں کا مال ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں کا ہے، مگر دل کو سمجھاتے ہیں کہ میں کسی وقت اس کو واپس کر دوں گا اور صاحبِ حق سے معاف کرا لوں گا، مگر اس کی نوبت نہیں آتی اور موت اس سے قبل آ جاتی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں کہ بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے اور وہ اس کو سمجھتے ہیں، مگر پھر بھی اس سے ہمبستری کرتے ہیں اور اسی حالت میں موت آ جاتی ہے کہ توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ ایسے ہی حالات میں آخر میں ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ "اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ". حدیث کی کتابوں میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک نوجوان کا انتقال ہونے لگا۔ حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اس سے کلمہ نہیں پڑھا جاتا۔ حضور ﷺ تشریف لے گئے اور اس سے دریافت فرمایا: کیا بات ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک قفل سا دل پر لگا ہوا ہے۔ تحقیقِ حالات سے معلوم ہوا کہ اس کی ماں اس سے ناراض ہے اور اس نے ماں کو ستایا ہے۔ حضور ﷺ نے ماں کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ اگر کوئی شخص بہت سی آگ جلا کر اس تمہارے لڑکے کو اس میں ڈالنے لگے تو تم سفارش کروگی؟ اس نے عرض کیا: ہاں حضور! کروں گی، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایسا ہے تو اس کا قصور معاف کر دے، انہوں نے سب معاف کر دیا۔ پھر اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو فوراً پڑھ لیا۔ حضور ﷺ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضور ﷺ کی وجہ سے انہوں نے آگ سے

نجات پائی۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات پیش آتے ہیں کہ ہم لوگ ایسے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں جن کی نحوست دین اور دنیا دونوں میں نقصان پہنچاتی ہے۔ صاحب احیاء رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا جس میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کو اس طرح سے کہے کہ خَلَط مَلَط نہ ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور! اس کو واضح فرمادیں، خلط ملط کا کیا مطلب ہے؟ ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت اور اس کی طلب میں لگ جانا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی سی باتیں کرتے ہیں اور متکبّر اور جابر لوگوں کے سے عمل کرتے ہیں، اگر کوئی اس کلمہ کو اس طرح کہے کہ یہ کام نہ کرتا ہو، تو جنّت اس کے لئے واجب ہے۔

(۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: مَا قَالَ عَبْدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ السَّمَاءِ، حَتّٰى يُفْضِيَ اِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ.

(رواه الترمذی وقال: حدیث حسن غریب، کذا فی الترغیب ،وهکذا فی المشکوة، لکن لیس فیها حسن بل غریب فقط، قال القاری: ورواه النسائی وابن حبان، وعزاه السیوطی فی الجامع الی الترمذی ورقم له بالحسن، وحکاه السیوطی فی الدرمن طریق ابن مردویه عن أبی هـــريرة، وليس فيه ما اجتنب الكبائر، وفی الجامع الصغير برواية الطبرانی عن معقل بن يسار "لكل شیء مفتاح، ومفتاح السّمٰوات قول "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" ورقم له بالضعف)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہے اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھل جائیں، یہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔

ف: کتنی بڑی فضیلت ہے اور قبولیت کی انتہا ہے کہ یہ کلمہ براہِ راست عرشِ معلّٰی تک پہنچتا ہے اور یہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کبیرہ گناہوں کے ساتھ بھی کہا جائے تو نفع سے اس وقت بھی خالی نہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبائر سے بچنے کی شرط قبول کی جلدی اور آسمان کے سب دروازے کھلنے کے اعتبار سے ہے، ورنہ ثواب اور قبول سے کبائر کے ساتھ بھی خالی نہیں۔ بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ ایسے شخص کے واسطے مرنے

کے بعد اس کی رُوح کے اِعزاز میں آسمان کے سب دروازے کھل جائیں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے: دو کلمے ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک کے لئے عرش سے نیچے کوئی منتہا نہیں۔ دوسرا آسمان اور زمین کو (اپنے نور یا اپنے اجر سے) بھر دے: ایک لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ دوسرا اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔

(٦) عَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادٍ قَالَ، حَدَّثَنِي اَبِيْ شَدَّادُ بْـنُ اَوْسٍ وَعُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ رضي الله عنه حَاضِرٌ يُصَدِّقُ، قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: هَلْ فِيْكُمْ غَرِيْبٌ يَعْنِيْ اَهْلَ الْكِتَابِ؟ قُلْنَا: لَا، يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاَمَرَ بِغَلْقِ الْاَبْوَابِ، وَقَالَ: ارْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ وَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، فَرَفَعْنَا اَيْدِيَنَا سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ بَعَثْتَنِيْ بِهٰذِهِ الْكَلِمَةِ، وَ وَعَدْتَّنِيْ عَلَيْهَا الْجَنَّةَ، وَاَنْتَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ، ثُمَّ قَالَ: اَبْشِرُوْا، فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكُمْ.

(رواه احمد باسناد حسن والطبراني وغيرهما، كذا في الترغيب، قلت: وأخرجه الحاكم، وقال: اسمعيل بن عياش أحد ائمة أهل الشام وقد نسب الى سوء الحفظ: وانا على شرطي في أمثاله، وقال الذهبي: راشد ضعفه الدار قطني وغيره ووثقه رحيم . وفي مجمع الزوائد: رواه أحمد والطبراني والبزار ورجال موثقون .)

حضرت شداد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: کوئی اجنبی (غیر مسلم) تو مجمع میں نہیں؟ ہم نے عرض کیا: کوئی نہیں۔ ارشاد فرمایا: کواڑ بند کر دو، اس کے بعد ارشاد فرمایا: ہاتھ اٹھاؤ اور کہو "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ"، ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اٹھائے رکھے اور کلمہ طیبہ پڑھا)۔ پھر فرمایا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" اے اللہ! تو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس کلمہ پر جنت کا وعدہ کیا ہے اور تو وعدہ خلاف نہیں ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ، اللہ نے تمہاری مغفرت فرمادی۔

ف: غالبًا اجنبی کو اسی لئے دریافت فرمایا تھا اور اسی لئے کواڑ بند کرائے تھے کہ ان لوگوں کے کلمۂ طیبہ پڑھنے پر تو حضورِ اقدس ﷺ کو مغفرت کی بشارت کی امید ہوگی،

اوروں کے متعلق یہ امید نہ ہو۔ صوفیہ نے اس حدیث سے مشائخ کا اپنے مریدین کی جماعت کو ذکر تلقین کرنے پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ جامعُ الاصول میں لکھا ہے: حضور ﷺ کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو جماعۃً اور منفرداً ذکر تلقین کرنا ثابت ہے۔ جماعت کو تلقین کرنے میں اس حدیث کو پیش کیا ہے۔ اس صورت میں کواڑوں کا بند کرنا مستفیدین کی توجہ کے تام کرنے کی غرض سے ہو، اور اسی وجہ سے اجنبی کو دریافت فرمایا کہ غیر کا مجمع میں ہونا حضور ﷺ پر تشتُّت کا سبب اگرچہ نہ ہو لیکن مستفیدین کے تشتُّت کا احتمال تو تھا ہی۔

چہ خوش است با تو بزمے بنہفتہ ساز کردن　　درِ خانہ بند کردن سرِ شیشہ باز کردن

(کیسی مزے کی چیز ہے تیرے ساتھ خفیہ ساز کرلینا، گھر کا دروازہ بند کرلینا اور بوتل کا منہ کھول دینا)

(۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ، قِیْلَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَکَیْفَ نُجَدِّدُ اِیْمَانَنَا؟ قَالَ: اَکْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.

(رواه أحمد والطبراني وإسناد أحمد حسن، كذا في الترغيب، قلت: ورواه الحاكم في صحيحه،

حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو، یعنی تازہ کرتے رہا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ ارشاد فرمایا کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کو کثرت سے پڑھتے رہا کرو۔

وقال: صحيح الاسناد، وقال الذهبي: صدقة (الراوي) ضعفوه، قلت: هو من رواة ابي داود والترمذي وأخرج له البخاري في الأدب المفرد، و قال في التقريب: صدوق، له اوهام، و ذكره السيوطي في الجامع الصغير برواية أحمد والحاكم ورقم له بالصحة، وفي مجمع الزوائد رواه أحمد واسناده جيد، وفي موضع آخر رواه أحمد والطبراني و رجال احمد ثقات)

ف: ایک روایت میں حضورِ اقدس ﷺ کا اِرشاد وارد ہوا ہے کہ ایمان پرانا ہوجاتا ہے جیسا کہ کپڑا پرانا ہوجاتا ہے، اس لئے اللہ جَلَّ شَانُہٗ سے ایمان کی تجدید مانگتے رہا کرو۔ پرانے ہوجانے کا مطلب یہ ہے کہ معاصی سے قوتِ ایمانیہ اور نورِ ایمان جاتا رہتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نشان (دھبہ) اس

کے دل میں ہوجاتا ہے، اگر وہ سچی توبہ کرلیتا ہے تو وہ نشان دھل جاتا ہے، ورنہ جمارہتا ہے اور پھر جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نشان ہوجاتا ہے، اسی طرح سے آخر دل بالکل کالا ہو جاتا ہے اور زنگ آلود ہوجاتا ہے، جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے سورۂ تطفیف میں اِرشاد فرمایا ہے: "كَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ o" (التطفیف:۱۴) اس کے بعد اس کے دل کی حالت ایسی ہوجاتی ہے کہ حق بات اس میں اثر اور سرایت ہی نہیں کرتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ چار چیزیں آدمی کے دل کو برباد کردیتی ہیں: احمقوں سے مقابلہ، گناہوں کی کثرت، عورتوں کے ساتھ کثرتِ اختلاط اور مُردہ لوگوں کے پاس کثرت سے بیٹھنا۔ کسی نے پوچھا کہ مُردوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ہر وہ مالدار جس کے اندر مال نے اکڑ پیدا کردی ہو۔

(۸) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَكْثِرُوْا مِنْ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَبْلَ اَنْ يُحَالَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهَا. (رواه أبو يعلى باسناد جيد قوي)

حضورِاقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا اقرار کثرت سے کرتے رہا کرو قبل اس کے کہ ایسا وقت آئے کہ تم اس کلمہ کو نہ کہہ سکو۔

كذا في الترغيب، وعزاه في الجامع إلى أبي يعلى وابن عدي في الكامل ورقم له بالضعف وزاد: "لقنوها موتاكم" وفي مجمع الزوائد رواه أبو يعلى، ورجاله رجال الصحيح غير ضمام وهو ثقة)

ف: یعنی موت حائل ہوجائے کہ اس کے بعد کسی عمل کا بھی وقت نہیں رہتا۔ زندگی کا زمانہ بہت ہی تھوڑا سا ہے اور یہ ہی عمل کرنے کا اور تخم بولینے کا وقت ہے اور مرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی وسیع ہے، اور وہاں وہی مل سکتا ہے جو یہاں بودیا گیا۔

(۹) عَنْ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اِنِّيْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ حَقًّا مِّنْ قَلْبِهٖ، فَيَمُوْتُ عَلٰى ذٰلِكَ اِلَّا حُرِّمَ عَلَى النَّارِ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" (رواه الحاكم

حضورِاقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ دل سے حق سمجھ کر اس کو پڑھے اور اسی حال میں مرجائے مگر وہ جہنم پر حرام ہو جائے، وہ کلمہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے۔

وقال: صحيح على شرطهما، وروياه بنحوه كذا في الترغيب)

ف: بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے، ان سب سے اگر یہ مراد ہے کہ وہ مسلمان ہی اس وقت ہوا ہے تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کہ اسلام لانے کے بعد کفر کے گناہ بالاتفاق معاف ہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ پہلے سے مسلمان تھا اور اخلاص کے ساتھ اس کلمہ کو کہہ کر مرا ہے تب بھی کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے سارے ہی گناہ معاف فرمادیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا تو خود ہی ارشاد ہے کہ شرک کے علاوہ سارے ہی گناہ جس کے چاہیں گے معاف فرمادیں گے۔ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ اور اس قسم کی احادیث اس وقت کے اعتبار سے ہیں جب تک دوسرے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اس سے مراد اس کلمہ کو اس کے حق کی ادائیگی کے ساتھ کہنا جیسا کہ پہلے حدیث نمبر ۴ میں گذر چکا ہے۔ حضرت بَصری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ ندامت کے ساتھ اس کلمہ کو کہا ہو کہ یہی حقیقت توبہ کی ہے اور پھر اسی حال پر انتقال ہوا ہو۔ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے ہمیشہ جہنّم میں رہنے کی حرمت مراد ہے۔ ان سب کے علاوہ ایک کھلی ہوئی بات اور بھی ہے، وہ یہ کہ کسی چیز کا کوئی خاص اثر ہونا اس کے منافی نہیں کہ کسی عارض کی وجہ سے وہ اثر نہ کر سکے۔ سقمونیا کا اثر اسہال ہے، لیکن اگر اس کے بعد کوئی سخت قابض چیز کھالی جائے تو یقیناً سقمونیا کا اثر نہ ہوگا، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس دوا کا وہ اثر نہیں رہا، بلکہ اس عارض کی وجہ سے اس شخص پر اثر نہ ہوسکا۔

(۱۰) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَفَاتِيْحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ "اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ".

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا اقرار کرنا جنّت کی کنجیاں ہیں۔

(رواه أحمد، كذا في المشكوة والجامع الصغير ورقم له بالضعف، وفي مجمع الزوائد رواه أحمد ورجاله وثقوا إلا أن شهرًا لم يسمعه عن معاذ، ورواه البزار كذا في الترغيب، وزاد السيوطي في الدر ابن مردويه والبيهقي وذكره في المقاصد الحسنة برواية أحمد بلفظ "مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" واختلف في وجه حمل الشهادة و

هی مفرد على المفاتيح وهي جمع على أقوال، أوجهها عندي أنها لما كانت مفتاحاً لكل باب من أبوابه، صارت كالمفاتيح)

ف: کنجیاں اس لحاظ سے فرمایا کہ ہر دروازہ کی اور ہر جنّت کی کنجی یہ ہی کلمہ ہے، اس لئے ساری کنجیاں یہی کلمہ ہوا، یا اس لحاظ سے کہ یہ کلمہ بھی دو جزو لئے ہوئے ہے: ایک "لَآاِلٰـهَ اِلَّااللّٰهُ" کا اقرار، دوسرے "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا اقرار۔ اس لئے دو ہو گئے کہ دونوں کے مجموعہ سے کھل سکتا ہے۔ اور بھی ان روایات میں جہاں جہاں جنّت کے دخول یا جہنّم کے حرام ہونے کا ذکر ہے اس سے مراد پورا ہی کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جنّت کی قیمت "لَآ اِلٰـهَ اِلَّااللّٰهُ" ہے۔

(۱۱) عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَآاِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ فِيْ سَاعَةٍ مِّنْ لَيْلٍ اَوْنَهَارٍ، اِلَّا طُمِسَتْ مَا فِي الصَّحِيْفَةِ مِنَ السَّيِّئَاتِ، حَتّٰى تَسْكُنَ اِلٰى مِثْلِهَا مِنَ الْحَسَنَاتِ. (رواه ابو يعلى، كذا في الترغيب، وفي مجمع الزوائد فيه عثمان بن عبدالرحمٰن الزهري وهومتروك.)

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو بھی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا رات میں "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہتا ہے تو اَعمال نامہ میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں، اور ان کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

ف: برائیاں مٹ کر نیکیاں لکھی جانے کے متعلق بابِ اوّل فصلِ ثانی کے نمبر ۱۰ پر مفصّل گذر چکا ہے اور اس قسم کی آیات اور روایات کے چند معنیٰ لکھے گئے ہیں۔ ہر معنیٰ کے اعتبار سے گناہوں کا اس حدیث میں اعمالنامہ سے مٹانا تو معلوم ہوتا ہی ہے، البتہ اخلاص ہونا ضروری ہے اور کثرت سے اللہ کا پاک نام لینا اور کلمۂ طیّبہ کا کثرت سے پڑھنا خود بھی اخلاص پیدا کرنے والا ہے، اسی لئے اس پاک کلمہ کا نام کلمۂ اخلاص ہے۔

(۱۲) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَمُوْدًا مِّنْ نُوْرٍ بَيْنَ يَدَيِ الْعَرْشِ، فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّااللّٰهُ اهْتَزَّ ذٰلِكَ الْعَمُوْدُ، فَيَقُوْلُ

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ایک ستون ہے جب کوئی شخص "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھہر جا۔ وہ

اَللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: اُسْكُنْ، فَيَقُوْلُ: كَيْفَ اَسْكُنُ وَلَمْ تَغْفِرْ لِقَائِلِهَا؟ فَيَقُوْلُ: اِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهٗ، فَيَسْكُنُ عِنْدَ ذٰلِكَ. (رواه البزار وهو غريب،

عرض کرتا ہے: کیسے ٹھہروں حالانکہ کلمۂ طیبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی؟ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اس کی مغفرت کردی تو وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔

كذا في الترغيب، وفي مجمع الزوائد فيه عبدالله بن ابراهيم بن ابي عمرو وهو ضعيف جداً. قلت: وبسط السيوطي في اللآلي على طرقه وذكر له شواهد)

ف: محدثین حضرات کو اس روایت میں کلام ہے، لیکن علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ روایت کئی طریقوں سے مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے، بعض روایتوں میں اس کے ساتھ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا یہ بھی ارشاد وارد ہے کہ میں نے کلمۂ طیبہ اس شخص کی زبان پر اسی لئے جاری کرادیا تھا کہ اس کی مغفرت کروں۔ کس قدر لطف وکرم ہے اللہ کا کہ خود ہی توفیق عطا فرماتے ہیں اور پھر خود ہی اس لطف کی تکمیل میں مغفرت فرماتے ہیں۔ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے۔ وہاں ایک دیوانی باندی فروخت ہو رہی تھی۔ انہوں نے خرید لی۔ جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو وہ دیوانی اٹھی اور وضو کر کے نماز شروع کر دی اور نماز میں اس کی یہ حالت تھی کہ آنسوؤں سے دم گھٹا جا رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے کہا: اے میرے معبود! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم! مجھ پر رحم فرما دیجئے۔ عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا کہ لونڈی! یوں کہہ: اے اللہ! مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم، یہ سن کر اس کو غصہ آیا اور کہنے لگی: اس کے حق کی قسم! اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں یوں میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ کرتا۔ اس کے بعد اس نے یہ اشعار پڑھے ۔

اَلْكَرْبُ مُجْتَمِعٌ وَالْقَلْبُ مُحْتَرِقٌ ۔۔۔ وَالصَّبْرُ مُفْتَرِقٌ وَالدَّمْعُ مُسْتَبِقٌ
كَيْفَ الْقَرَارُ عَلٰى مَنْ لَّا قَرَارَ لَهٗ ۔۔۔ مِمَّا جَنَاهُ الْهَوٰى وَالشَّوْقُ وَالْقَلَقُ
يَا رَبِّ! اِنْ كَانَ شَيْءٌ فِيْهِ لِيْ فَرَجٌ ۔۔۔ فَامْنُنْ عَلَيَّ بِهٖ مَادَامَ بِيْ رَمَقٌ

ترجمہ: بے چینی جمع ہو رہی ہے اور دل جل رہا ہے۔ اور صبر جدا ہو گیا اور آنسو بہہ رہے ہیں۔ اس کو کس طرح قرار آ سکتا ہے جس کو عشق وشوق اور بے چینی کے حملوں کی وجہ سے

ذرا بھی سکون نہیں۔ اے اللہ! اگر کوئی چیز ایسی ہو سکتی ہے جس میں غم سے نجات ہو تو زندگی میں اس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔ اس کے بعد اس نے کہا: اے اللہ! میرا اور آپ کا معاملہ اب راز میں نہیں رہا، مجھے اٹھا لیجئے، یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور مر گئی۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ توفیق جب تک شاملِ حال نہ ہو کیا ہو سکتا ہے۔ "وَمَا تَشَآءُ وْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ" ۝ (التکویر: ۲۹) (اور تم بدون خدائے ربّ العالمین کے چاہے، کچھ نہیں چاہ سکتے ہو)۔

(۱۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَيْسَ عَلٰى اَهْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْشَةٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ وَلَا مَنْشَرِهِمْ، وَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى اَهْلِ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَهُمْ يَنْفُضُوْنَ التُّرَابَ عَنْ رُؤُوْسِهِمْ وَيَقُوْلُوْنَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَيْسَ عَلٰى اَهْلِ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْشَةٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا عِنْدَ الْقَبْرِ. (رواه الطبراني والبيهقي كلاهما من رواية يحيى بن عبد الحميد الحماني وفي متنه نكارة، كذا في

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ" والوں پر نہ قبروں میں وحشت ہے، نہ میدانِ حشر میں، اس وقت گویا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ جب وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے (قبروں سے) اٹھیں گے اور کہیں گے کہ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کے لئے) رنج وغم دور کر دیا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ" والوں پر نہ موت کے وقت وحشت ہوگی نہ قبر کے وقت۔

الترغيب، وذكره في الجامع الصغير برواية الطبراني عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ورقم له بالضعف، وفي أسنى المطالب رواه الطبراني وابو يعلى بسند ضعيف، وفي مجمع الزوائد رواه الطبراني. وفي رواية "لَيْسَ عَلٰى اَهْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْشَةٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا عِنْدَ الْقَبْرِ" في الأولى يحيى الحماني وفي الأخرى مجاشع بن عمر وكلاهما ضعيف. وقال السخاوي في المقاصد الحسنة: رواه ابو يعلى والبيهقي في الشعب والطبراني بسند ضعيف عن ابن عمر رضی اللہ عنہما. قلت: وما حكم عليه المنذري بالنكارة مبناه أنّه حَمَلَ اَهْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَلَى الظَّاهِرِ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ، وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ بَعْضَ الْمُسْلِمِيْنَ يُعَذَّبُوْنَ فِي الْقَبْرِ وَالْحَشْرِ، فَيَكُوْنُ الْحَدِيْثُ مُخَالِفًا لِلْمَعْرُوْفِ، فَيَكُوْنُ مُنْكَرًا، لٰكِنَّهٗ اِنْ اُرِيْدَ بِهِ الْمَخْصُوْصُ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ، فَيَكُوْنُ مُوَافِقًا لِلنُّصُوْصِ الْكَثِيْرَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْحَدِيْثِ، وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَسَبْعُوْنَ اَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَغَيْرُ